

[illegible]

اس کے زمین پر ریٹ کر سلاخوں سے زور آزمائی شروع کی۔ کبھی بھائی اٹھتا
پھیل جھکا تھا اس لئے فی الحال دیکھے جانے کا کوئی خطرہ نہیں تھا۔ لیکن اس
کے باوجود وہ اپنے گریڈ پر ٹھہرے کوئی مٹاؤ نہ کر رہا تھا۔ بال و پر کی زبرد
آزمائی کے بعد وہ بالی اکھاڑنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے لئے اسے
اپنے جسم کی باری خواتین استعمال کرنا پڑی۔ چہرہ سمٹے مٹا کر المیہ گھسی گیا۔
پتوں پر وہ جیسے توڑکے تھے لیکن اس نے پڑاؤ کی اور تیزی سے اہل
قدرت کی بات کیا۔ اس نے ہار سے جیتے آکر کرسمس میں ڈال دیے

دو چہرے رانی کے پائپ کے ذریعے وہ تیزی سے چھت کی طرف بڑھ رہا تھا۔ چندی لمحوں میں وہ چھت پر پڑا زور زور سے سانس لے رہا تھا۔ وہ چہرہ اٹھ کر نیچے جانے کا راستہ ڈھونڈنے لگا۔ اسے مشرقی کونے پر میز جہاں فلک سا گئیں۔

اس سے اتر کر وہ ایک گیلری کی چھت پر جا پہنچا۔ وہاں کھسے کے دو مشنڈوں کی قمار تھی۔

ایک روشتہ ان میں سے روشنی باہر آتے دیکھ کر وہ اس سے اس طرف بھاگا۔ جب سے قلاب نکال کر اس نے منہ پر چڑھایا اور پستول اٹھ کر اس کے سر پر سے اندھ بھانکنے لگا۔ اسے جرح کا ایک تھوڑا سا ٹھکانہ لگا۔ یہ ٹھکانہ سے میں ایک بہت بڑی میس کے گرد چھ قلاب پر مشتمل تھے۔ اور ان کے درمیان ایک ٹیبلو پر ان فائنٹین موم پر تھی۔ یہ کچھ گیارہ کوئی لڑائی میز پر لگا۔ وہ چپکے سے ان کی اوقات بھانڈا رہا۔

ایک ایک اس نے ان کو مچھتے دیکھا کہ وہ کچھ مشین کا پتہ ڈال رہی تھیں۔ وہ چہرے پر ایک اور قلاب پر مشین کی تصویر چھڑی۔ وہ شاید کچھ لکھا ہے۔ وہ مشنڈوں کی کچھ شے کا تھا۔ اس نے ان کی آواز اس تک نہیں سنی تھی۔ اس نے پاؤں کو روشتہ ان کھول کر ایک چھٹی پر لگا کر

آواز بھی سننے لگی۔ لیکن روشتہ ان آواز سے بے وقوف رہا۔ وہ آواز نہ سنا

پرا ایکسٹو سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ایک بار چہرہ کا موم رہا تھا۔ ایکسٹو کہاں چلا گیا تھا۔ وہ دوبارہ اندر کے ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ اچانک ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی اس پر پھیل پڑا ہو۔

اس کے پستول کی تالی ٹپتے کو لگی اور ٹرٹلے کی آواز سے نیشہ ٹوٹ گیا۔ وہ تیزی سے پڑا لیکن یہ دیکھ کر اس کا دل جل گیا کہ وہ ایک چھوٹی سی چھپکلی تھی۔ جو دیوار سے رچا جانے لگا تھا۔ اس پر اچھل تھی۔ اس نے اٹھ کر سیر جیوں کی طرف بھاگا۔ مشنڈوں سے وہ دنگے کا پتہ چکے تھے۔ وہ اٹھ کر سیر جیوں کی طرف بھاگا۔ چھوٹے اور اتار بند تھا۔ شاید انہوں نے الیکٹرونک سسٹم استعمال کیا تھا۔ اب وہ گیلری میں چھوٹے کی طرح پس چسکا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہنے کا پتہ ہے۔ روشتہ ان سے بریں گن کی تالیں باہر نکل آئیں اور پھر گیلری کا اندھ ایک صحن کے سے کھڑا اور وہ قلاب پر مشین بریں گئیں۔ یہی کئے سارے

ہیڈن ب۔ تم پاؤں طرف سے گھبرائے ہو۔ ایسا پستول ایسے چھپک دو۔ ان میں سے ایک قلاب پر مشین نے گریٹر آواز میں کہا۔

ایک لمحے کے لئے اس کا دل جھانکا کہ ان میں سے کم از کم ایک کو گولی مار دے لیکن وہ بریں گنوں کو دیکھ کر اس نے ارادہ تبدیل کر دیا۔ وہ بڑی آسانی

اب سیدھی طرح میرے سوالوں کے جواب دو۔۔۔۔۔ اور نہ تم جانتے

جو کہ شوگی یا ما کے کہتے ہیں۔۔۔۔۔ شوگی یا ما نے دو بار کہا۔

پوچھو۔۔۔۔۔ کیپٹن تشکیل کچھ سوچ کر ہوں

ایکسٹو سے تمہارا کیا تعلق ہے۔۔۔۔۔؟

میں ایکسٹو کی ٹیم کا ایک رکن ہوں۔۔۔۔۔ کیپٹن تشکیل نے

الطیاف سے جواب دیا۔

تمہارا نام۔۔۔۔۔؟

ڈاکٹر اسٹار پرنس کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

ڈاکٹر پرنس۔۔۔۔۔ کیا مطلب ہے۔۔۔۔۔؟

”میں شروع ہی سے میں اس نام سے مشہور ہوں۔“

”کون۔۔۔۔۔ ایکسٹو کون ہے۔“

”میرے معلم نہیں۔۔۔۔۔ مجھے اس ٹیم میں گئے ابھی پہلا دور ہے۔“

”ہی۔۔۔۔۔“

”پہلے کیا کام کرتے تھے۔۔۔۔۔؟“

”ایک مقامی کام میں مشغول تھا۔“

”یہاں کیسے پہنچے۔“

ایکسٹو کی حاضرت پر اسس کی کوٹھی کی بخاری کر رہا تھا۔ پھر لیٹ

ایکسٹو کو رپورٹ کیسے پہنچاتے ہو۔۔۔۔۔؟

”اس ٹرانسمیٹر کے ذریعے۔۔۔۔۔ ایکسٹو خود ہی رابطہ قائم کرتا ہے۔“

اور پھر شوگی یا ما کے اشارے پر ایک کتاب پریش سنا آگے بڑھ

گراؤں کے ہاتھ سے گڑی آبادی چاہی

اور اسی لمحے کے لئے کیپٹن تشکیل نے سارا پکر چلا یا تھا۔ کیونکہ

ہاتھوں کی سیلابی اس نے کھائی میں گئے ہو۔۔۔۔۔ بیڈ کے ذریعے پہلے ہی

کاٹ لی تھیں۔ کیپٹن تشکیل کے ہاتھوں میں ایک چھوٹا سا کنگن ہر وقت

موجود رہتا تھا۔ یہ کنگن اس نے عڑی کے ایک جیم میں ایک افریقی

سے لٹو کے طور پر لیا تھا۔ کھال کے ہلکے سے دباؤ سے اس کنگن کا بالائی

حصہ کھل جاتا تھا اور اس میں سے ایک اتھوڑی تیز لمبیڈا ہر نکل آتا تھا

جس کے ایک ہی ادارے آدمی کو موت کے گھاٹ اتار دیا کرتا تھا۔

فریڈ کے ہونے کوئی گارنٹی ایک مخصوص ہتھیار تھا جس سے وہ شیروں کو

چشم ندن میں ختم کر دیتے تھے۔ اور اسی کنگن نے اسی کے ہاتھوں کو

جسٹس سے آزاد کر دیا تھا۔

پہلے ہی وہ ٹنفس کیپٹن تشکیل کے سامنے آیا۔ کیپٹن نے پھرتی

سے اسے آگے رکھ دیا۔ اور دوسرے ہاتھ کو اسی کی گڑوں کے گرد لپیٹ

میاں دہ آدمی کافی کسمایا لیکن کیپٹن شکیل کی گرفت مضبوط تھی۔

بڑی گنیں پیچھے چھینک دو۔۔۔ در نہ میرے بازو کا ایک ہی تھلکا کی مسرت نہ ملی۔ اس کہ میں ایک زبردست اور جنگ جھڑپوں۔ وہ تھا جس
اس کی گردن توڑ دے گا۔
ایک تھی۔ اور کمیشن تشکیل آگیا مگر سے میں ناچتا پھر رہا تھا۔

کمیٹیوں کی تشکیل کی آواز انتہائی جیسا کہ تھی۔

تمام نقاب پوش گھبرا گئے۔ شاید وہ آدمی کافی اچھی پگڑیش کا مالک کی خوشتر تھی کہ وہ کسی شعلوں کو پہنچ گئے نہ اٹھائے۔ وہ اور وہ صاحب
محب میں سے کامات تھا۔ یہ تو تمام کسی کہ حبیب میں نہ تھا۔

شوگر پا دھیں کر کسی سے اٹھ کھڑا نہ ہو۔ ایک لڑکے نے شوگر پا دھا
اور پھر شوگر پا، کیپٹن ٹیکس کے ساتھ میں لیا۔ اس نے اس پر نکل

کیشن شکیل فرمایا اور بانہو کو ذرا اور بڑا دیا۔ اس آدمی کی آنکھیں
 حیرت انگیز تھیں۔ اس سے کسی جھگڑے کی طرف ہٹ گیا۔ اس نما میں آئی
 اور وہ شش دہیں گھوڑوں کی طرف چلے گئے۔

اور چہ شوق پادشاہ کے اشارے پر کتاب و خوشی کے ہر شے سے یہ
ملک میں ہر آدمی ان میں سے ایک سے زیادہ روزگار ملتا رہا

[illegible]

گئی پاپی گرا
اسرار آتی کیشین کشیا کا غور : دل لکھ رہا کہ وہ صبر

لیکن وہ مردانہ بار کر گیا تھا۔ اب وہ تیزی سے ایک رات
سیدھا ہو گیا اور میں نے سوچا تھا۔ جانتے ہ کے قدموں کی آواز

ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس کی طرف اشارہ کیا ہے

سن رہا تھا۔ مین گیٹ کی طرف جانے کی بجائے وہ کڑھی کی پشت کی طرف
 بھاگا۔ اور چند ہی لمحوں بعد وہ گٹر میں گھس کر باہر نکل چکا تھا اور پھر
 مختلف سڑکوں پر اندھا دھند بھاگتا ہوا اپنی کار کے پاس پہنچا۔ اور اسی کی
 کار ایک ہی جھٹکے سے سڑک سے باہر نکل گئی۔

وہ کار کو اندھا دھند چلا رہا تھا۔ آخر مختلف سڑکوں سے ہوتا ہوا وہ
 شہر کی ایک بارافق سڑک پر پہنچ گیا۔ اس نے بیک مرد سے دیکھا۔ لیکن
 نقاب میں کوئی کار نہ تھا۔ اگر المینا کی سانس لی۔

پھر حال وہ اپنی ذہانت اور نظری دلیروں سے ایک تھراک پریشی سے
 بیک ٹھوٹا۔ اب کار کا رخ اس کے ٹیٹ کی طرف تھا۔



عوائف کیپٹی تشکیل اور متعدد قیوں ڈاکٹر جو سر کی لیبارٹری سے کافی
 حصے پر ایک وقت کے تپکے گھڑے تھے کیپٹی تشکیل کی یاد دہانی پر ایک سٹر
 کے سولہ سڑک اس کڑھی پر غرضی چھا چکا تھا۔ لیکن کڑھی اصل سسٹم میں
 محرم اسے لڑائی لڑا رہا تھا۔ لیکن اس نے صفحہ کو دیکھتے ہی غارت
 مقررہ فائنل کر دیا تھا۔ لیکن اب وہ سمجھ گیا تھا کہ سٹر کی لڑائی مقصد میں
 ڈاکٹر کے کوئی نام نہ نہ ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ ڈاکٹر جو سر میں غرضیوں سے مل
 ایک۔ لیکن تشکیل کی دہانت سے عاتق تھا۔
 ڈاکٹر جو سر کی لیبارٹری سے کار میں سوار تھا اس کوئی تک گیا تھا اور



عمران بن ابی وقاص کہ ڈاکٹر جو سر کی بیماری تھی میں سوائے ڈاکٹر جو سر
 کے اور کوئی نہیں ہوتا لیکن کیپٹن تشکیل کو اس کو بھی میں ڈاکٹر جو سر نظر نہیں آیا تھا
 اور پروان شہگل پامامی آدھو گھڑے بعد پہنچا تھا اس کا مطلب تھا کہ اس وقت
 کوئی میں موجود نہیں تھا

دوسری بات یہ سوچی جاسکتی ہے کہ ڈاکٹر جو سر کی کتاب اس کے ہاتھ میں
 موجود تھا تو پھر مارا کیس ہی ختم ہو جاتا تھا کیونکہ میر شہگل پامامی اس فارمولے کے
 حاصل کرنے میں کیا دیر تھی لیکن شہگل پامامی اس ملک میں موجود تھی اس بات کو ثابت
 کرتی تھی کہ وہ ابھی تک فارمولا حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے

عمران کے ذہن میں ایک غلطی تھی کہ اصل مارا کیپٹن وہ ڈاکٹر جو سر سے
 نہیں اس واسطے میں نہیں پڑا ہو سکتا تھا کہ اس کار میں کوئی تھا کہ کیپٹن
 جو سر سے مارا تھا تو ہم جیسے ہم تک نہیں گئے کہ بیمار دلی لگوانا ہو رہی
 ہے اور میں عمران کے خیال میں ان کے مطالب میں جاسکتی تھی لیکن کھیلے انسا
 کرنے تو میں اب بھی آپ انیش می تھی کہ وہ بھی جوتہ سے گھبراہٹتے تو ہم
 اندھیرے میں ٹھک ٹھیاں راستے رہ جاتے اور پھر پشیمان ہو جاتے۔ اب
 ان کو ارادہ تھا کہ وہ تینوں کسی طرف انڈیا کی پہاڑیوں میں گھس کر آجائے وہ
 لیکن کہہ کر گئے اس واقعہ نے ڈاکٹر جو سر کی حیثیت میں مشکل پیدا کی تھی

معدہ اور تھیں لیکن ان کے حکم سے عمران کو ساتھ لے گئے تھے لیکن

اب مسئلہ تھا لیکن میں غائب ہونے کا اس کا کوئی حل کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا
 کیونکہ ڈاکٹر جو سر کے حکم کے بغیر بیمار دلی کے ارادہ بہانہ تقریباً افسوس تھا
 اب ہم ہی کوئی دیر نہ سوچے۔ معدہ لے سوچتے سرچتے انکار کھانا سے کیا
 اور عمران سر پر ہاتھ پیر لے لگا کیپٹن تشکیل میں خاموش تھا شاید راج مہاراج

تو ہم کہہ رہے تھے۔ عمران نے تشکیل سے مخاطب ہو کر کہا
 لیکن تشکیل جگمگاتا میرا تو ظہور و مالح سوختا سوختا کڑواؤت ہوتا ہے
 لیکن گھسی نہیں آتا۔ کیپٹن تشکیل نے کہا

تو تمہاری بیماری میں کھڑے ہو گیا سو رہا ہے
 معدہ پر عمران سے مخاطب ہوا معدہ و راصل عمران کے کہیں سے یہ
 عذاب تھا کہ مسائل جو کھڑے ہو گئے تھے عمران کے دماغ نے تشکیل
 میں مل کر لیتے تھے اس لیے خیالی طور پر معدہ کے ذہن میں وہ بات بیٹھ گئی
 تھی کہ عمران جو حالت میں اس کا مل سونٹا لے گا اور عمران کو خاموش دیکھ کر اس
 پند القابٹ کو ہی غلا۔ اوپا جاتا تھا کہ عمران جلدی سے کوئی مل سوچے تاکہ اس
 کے اندھ کو سکون پہنچے لیکن عمران خود عمران خاگر آ کر کسی سیر مل میں لاتی

تھیں
 عمران نے معدہ کا غرض میں کچھ کھانے کی ادھکاری کی

اور کیا تھا اسے فرشتوں سے کہہ دیا ہوں

مقدور ہی گیا اسے طراں کی بے وقت ایک شاگ کبھی کبھی کھیل ماتی تھی
ہو سکتا ہے جانی۔ بہت کچھ ہو سکتا ہے

وہاں مسلسل سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

لیکن تہاری ریڈی میڈ کھڑی کوئی تحریر میں سوجھ سکتی۔

کھڑے فٹرز کی۔

جی ہاں یہ ہے کہ میری کھڑی کے سیل ختم ہو گئے ہیں۔ بازار سے

انتھن میں ملے نہیں اور وہی سیل سے اپنی کھڑی پراٹھا کر چلتے۔

ایک قریب کچھ میں آتی ہے۔ کیپٹن تشکیل اپنا کب بولتا اور وہ دونوں

اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ میرے خیال میں اگر ہم میں سے ایک ہی میرے ان

کے پاس جا کر حکمران کو اسے قریباً ڈاکٹر کے سر کے علم میں آجائے گا

اور جیسے ہی وہ گرفتار کئے گئے وہاں اسے باہر آئے اتنی دور

پھیل گیا اور پتے میں

لیکن اتنی دور کس طرح اذہا میں گئے۔

معدہ اسے سوچتے ہوئے کہا۔

تدبیر تو تھا تو ہے۔ ان اسے اب چھری ریڈی میڈ کھڑی سے

کی کام شروع کر دیا ہے۔

وہ مارا۔ بھی واہ تشکیل صاحب! آپ نے میری کھڑی ہی کر لیا تھا
ایک عالم سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ اب تو ہر چیز روز روشن کی طرح سامنے
نظر آ رہی ہے

طراں میں ہی چلا گیا

کچھ باز گئے میں با یوں ہی بے نیکی ہانکے جا رہے۔

معدہ نے جھجھکا کر کہا۔

میرے پاس سے معدہ نے میرا ایسی تو میری کھڑی یا نو بولی سے اچھا کام

سے کمر لگے ہو۔ بھانکے کے لئے تو سامنے ہی کھڑی ہے۔ طراں کے اگلے

پچھلے سوتے کہا

اور کیپٹن تشکیل نے زوردار قہقہہ لگایا۔ معدہ پر ہی طرح جھینپ گئی

اچھا! آپ تو میرا رہے ہیں

کیپٹن تشکیل نے اصل موضوع کی طرف آتے ہوئے کہا۔

تدبیر۔ اسے میں تدبیر بتا سکتا ہوں۔ میں نے دس سال تجویم اور

امیر کی کامیابی ہے۔ اور دوسال برادیر علی طراں مایہ نور پاپست

کی حقیقت سے دوکان نکالی ہے۔

طراں کی بکواس اور وہ یاد ہو گئی۔ معدہ کو فخر آ گیا لیکن وہ کہہ ہی گیا

سنا تھا طراں سے اتنی سیقت اس کے پاس سے اس پر تھا

اپنا سلو۔ صدر تم کاریں بیٹو جان۔ ہم تینوں ڈگلیا چھپ جاتے
 میں۔ ایک آپ میں تو تینوں ہیں اس لئے پہچانتے ہلے کا سوال ہی پیدا
 نہیں ہوتا۔ تم کا دھبہ کراس مگر نے ہمارے جہاں ڈاکٹر کی سیبا نری کا دروازہ
 ابھرتا ہے۔ اور پھر کار سے نکل کر ادھر ادھر دیکھتا۔ محنت مشکوک حرکت
 کرنا اور جب لیبارٹری کو روانہ ابھرتے لگے تو جاک کر گاڑی میں بیٹھا
 اور پھر گاڑی کو موڑ کر جانے کی کوشش کی۔ لیکن یہ خیال بہتے کہ وہ گاڑی
 پر سے اتر کر فرار نہیں اپنے کسی مامی بیٹے سے گرفتار کرنے کی کوشش
 کرتے گا۔ تو کار بھی ساتھ ہی چلتے گئے۔ اور اس طرح ہم دونوں ہی اس کی
 گاڑی سے ٹھٹھا اتر کر پیچھا کر گئے۔ اور پھر بعد میں تو بھی گرتے گئے کہ
 ہلے۔

وہاں سے بات جانی اور بعد ازاں کیسین تشکیل کی رہی تھی
 گواہی پر نہیں مانی تھی۔

پھر وہاں سے کیسین تشکیل کی آنت کا بھی مشورہ کیا۔ جس نے اس
 فیصلے کے لئے استریا تھا۔ اب وہ تینوں جہازوں کی حالت میں کھڑی تھی
 کہ وہ اپنے لئے اسٹرٹنگ سہارا لے کر ان کی پیچھے تشکیل
 ڈال رہی تھیں۔ ہلے نے ڈگلی میں نہ رہی۔ اور وہ گاڑی کو ہلے
 کا ساتھ دے کر کے جہازوں سے نکال

پھر گاڑی سے تار میدان کو گھونڈنے کے میں راڈ پر آگئی۔ صدر نے
 گاڑی کی رفتار بڑھادی۔ اب گاڑی نے ڈاکٹر کی سیبا نری کی گاڑی پر چل
 پڑی جو سیدھی اس میدان کی طرف جاتی تھی۔ جہاں ڈاکٹر کی سیبا نری گاڑی
 تھی کافی آگے جا کر صدر نے گاڑی کی آواز سنی۔ اور خود گاڑی سے باہر نکل کر
 پہلے تو اسے ادھر ادھر دیکھا اور پھر زمین پر گرتے گئے۔ بیٹھے لگا۔ پھر
 ایک بکر اس نے جیب سے پھرتی سی چیز نکال۔ اور اسے زمین پر رکھ
 کر مڑے۔ لیکن وہاں پر ملنے سے اس کا اٹھا کر جیب میں ڈالنے لیا اور
 پھر وہ دونوں ہاتھوں سے آہستہ آہستہ زمین کو دھونے لگے۔ وہ وہاں
 تو جہاز کی شکل کو اٹھا۔ اچانک وہ آہستہ سے چمک پڑا۔ جب اس نے
 جہاز نری کا دروازہ زمین سے ابھرتا دیکھا۔ لیکن قدامت سے لڑ رہا تھی
 زمین کو دھونے لگا۔ جیسے اس نے اس طرف دیکھا۔

پھر جب وہ اندر لپکا تو اس طرح اس طرح کیسین تشکیل ڈال رہی تھیں
 کہ ہلے نے جاک اس نے گاڑی میں سے ڈگلی سے نکال کر یکدم دروازے میں
 سے اتر کر گاڑی سے اتر کر اس پر آ پڑا اور گاڑی سے اس کے اترنے کی بات
 دہلے لگی۔ گاڑی پر سے گاڑی کے اندر داخل ہوئی تھی۔ شکر ہے
 کہ اٹھ رہی تھی۔ پھر بالکل سے گاڑی کے اندر سے نکلتی پھر خود گاڑی سے
 اتر کر وہاں سے لپکا۔ اس کے ہلے نے گاڑی سے اتر کر اس کے ہلے سے اتر کر

نکلے فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

کارہیت سے قاتب ہو چکا تھا اور ڈاکٹر جو ہر کار کے دروازے کی طرف
ہستول کے صندوق کو باہر آئے گا اٹھ کر رہا تھا۔ صندوق چپکے سے باہر نکل آیا
ڈاکٹر جو ہر نے صندوق کو اٹھا کر پراٹھا لے کے لئے کہا اور خود اسی کی

جیب میں ہاتھ ڈال کر اس کا ریو اور نکال لیا۔ اب وہ صندوق کو ہستول کی مال
پر چھوڑ کر کے ڈرائنگ روم میں لے گیا۔ جیسے ہی صندوق اور ڈاکٹر جو ہر
ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے۔ عمران الیکٹیشن ٹیمیں کار کی ڈلی سے باہر نکل
آئے اور احتیاط سے ڈرائنگ روم کی قوت پل پڑے۔ ڈرائنگ روم خالی
تھا۔ شاید ڈاکٹر جو ہر صندوق کو آگے لے جا چکا تھا۔ وہ دونوں آہستہ سے
ڈرائنگ روم میں گھس گئے اور عمران نے دوسرے دروازے سے سرنگھار
کر آہستہ سے آگے بڑھا تو ڈاکٹر جو ہر صندوق کو آگے کر ایک اور مایہ ناز
میں ڈھرا ڈھا

اس نے الیکٹیشن ٹیمیں کو اشارہ کیا اور دونوں اپنے پاؤں ڈاکٹر جو ہر کے
پچھے چل پڑے۔ وہ سب جھٹکتے تھے۔ ٹیمیں ڈاکٹر ان کے پاؤں کی پیاب
من لے۔ اس طرح بنا بنا یا کھیل کھڑی ہو گئی۔ ایک مایہ ناز مایہ ناز وہ ایک
بہت بڑے مال میں گھس گئے۔ یہاں ڈاکٹر نے صندوق کو ایک چھپنے کے جگہ
پر لے لیں اور نہ گرا یا۔ اور وہ اسی مڑی اٹھا کر اچانک عمران کے پاس
کر پہنچا۔ اور نہ تو سے ڈاکٹر جو ہر کے سر پر ڈھرا ڈھا اور ڈاکٹر جو ہر کوئی آواز

اسے بڑا بڑا آدمی نکلا۔ یہ تو پہلے ہی داریں ڈھیر ہو گیا عمران نے
اچھلتے ہوئے کہا

ٹیمیں ٹیمیں نے جھٹک کر ڈاکٹر جو ہر کی نہیں دیکھی کہ کہیں دافنی مرقہ نہیں گی
لیکن جھٹک رہے ڈاکٹر جو ہر نے بروقی تھا۔ اب وہ الیکٹیشن سے لیٹا رہی کی بھائی
کر سکتے تھے۔ عمران نے ڈاکٹر کو اٹھا کر ڈرائنگ روم میں ڈھرا
اور صندوق چھپنے کے کہیں میں نہ شاید انہیں پکار رہا تھا۔ کمر کو اس کے
ہونٹ جتے تو اس میں لہر آ رہے تھے لیکن ان میں آواز ہی تھی۔
یہاں سے صندوق۔ اب تم تو میں کھینچے رہو۔ ہم تو پہلے
نرانے آگے نکال۔
ڈاکٹر جو ہر کے پچھے چلے گئے۔

ان دونوں نے صندوق کو آواز کرائے کے لئے چھپنے کے کہیں کو تھوڑے جھانک کر
کریا۔ ٹیمیں اس میں کوئی اور آواز نہیں تھا۔ نہ ہی کوئی ایسی چیز لگا رہی تھی جس سے
ٹیمیں کے کچے کا ہوا لہجہ ہو سکتا۔ ٹیمیں ٹیمیں اور عمران آگے بڑھا کر اس طرح
پاکر چھپے تو ایک جگہ تھے۔ لیکن شیشہ ہی بت پرک تھا۔ الیکٹیشن ٹیمیں کو آواز
ایک جگہ اسی اسی جگہ ہی ہوئی۔ اس نے تھوڑے سے اٹھا کر ایک ٹیمیں کی آواز
سے کہیں کا ایک شیشہ صندوق چھپ گیا اور صندوق باہر نکل آیا

اب وہ تینوں تفری سے اس راہداری کی طرف بڑے جس کے ایک کمرے
 سے عمران نے غبر راستہ ڈھونڈا تھا۔ جب وہ اس کمرے میں پہنچے تو کمرے کا دروازہ
 دھرا سا بند تھا۔ انہوں نے دروازہ کھولا تو کمرہ حسب معمول خالی تھا عمران نے فوراً
 اچھل کر دروازہ کی فکسوں سے اس کو کھینچا تو کمرے کی دیوار ہٹ گئی۔

وہ تینوں اس کمرے میں پہنچ گئے۔ جیسے ہی وہ اس کمرے میں پہنچے دروازہ
 دوبارہ اپنی جگہ پر لگ گئی۔ اس کمرے میں اندھیرا تھا۔ عمران نے جیسے ہی
 ایک کھینچ کر اس کا سب سے پہلے کمرے میں گئے۔ کمرے کے سرخ فرش کی طرف بڑھ
 گیا۔ چرٹن راستے ہی کمرے کی روشنی میں تھا۔

ایک پھر اس کا کمرہ تھا۔ جس میں ہمارے تعلق کا کمرہ تھا۔ اس کا دروازہ
 تو صورتِ قائم تھا۔ اس کمرے کا دروازہ کھلا ہوا نہیں تھا۔ کمرے
 کے تینوں پریشانی کی گڑھی تھی۔ اس طرح کا کمرہ ہی تھا جس سے کمرہ ہوا
 تھا کہ کافی دنوں سے اس میں کون نہیں آیا۔ عمران اور سندھ کیسے ہی کھینچ کر اس
 کی کمرے کو ایک سے گئے۔ کیونکہ اس میں کئی ایسی چیزیں تھیں جن سے یہ سمجھا
 جاتا تھا کہ اسے غریب طور پر بنایا گیا ہے۔ اس کا دروازہ کھلا ہوا تھا کہ شاید اس میں کئی
 اندھیرا دروازہ ہوگا۔

پانچ دو تینوں دروازوں کو ٹھیک ٹھاکہ کھینچ کر کھینچ کر کئی کئی گھنٹوں
 کے بعد بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ آخر کار ان کے کمرے میں کئی کئی گھنٹوں کے بعد

نے کھینچ لیں اور سندھ سے گھاگہ یہ صورتِ سیٹ ڈرا دیوار سے لگا دی۔ شاید
 تانہیں کے نیچے کوئی خفیہ راستہ ہو۔ چنانچہ سب نے اس کو ان صورتِ سیٹوں کو ایک
 طرف لگا دیا۔ اور سب انہوں نے اس تانہیں کو ہٹایا تو نیچے کمرے کا ایک بہت
 بڑا کمرہ قریب میں چڑھا ہوا تھا۔ تھوڑی سی محنت کے بعد وہ تختہ اٹھانے میں
 کامیاب ہو گئے۔ نیچے ایک زینہ تھا۔ وہ زینہ ایک بہت بڑے ال میں جا کر
 ختم ہو گیا۔ جہاں ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ ایک اندھیرا کمرہ تو اس
 میں تانہیں تھیں عمران نے جب ان خانوں کو کھول کر دیکھا تو اس کی آنکھیں کھل گئیں
 لگیں۔ کیونکہ ان میں جیسے جیسا قمار خانے کی طرح تھے۔ شاید ڈاکٹر جوہر کا آئینہ بڑا

باقی اندھیروں میں ساتھیوں کے شروع پر اندر ترین کتابیں تھیں۔ شاید یہ ڈاکٹر جوہر
 کی لائبریری تھی۔ دیکھی ایک ساستان کے لئے وہ ایک بیش بہا خزانہ کا درجہ
 رکھتا تھا۔ لیکن عمران کو مطلب کی کوئی چیز ان میں سے برآمد نہ ہو سکی۔ اس لئے
 وہاں پر ہرگز واپس چلے گئے۔ اور پھر پہلے والے طریقے سے دوبارہ راہداری
 میں پہنچ گئے۔

عمران صاحب! اتنی محنت کا نتیجہ کیا نکلا۔ سندھ نے نہ بنا کر کہا۔
 کہ ان کے اخبار میں پڑھا۔ عمران نے بھی نہ بنائے ہوئے کہا۔
 کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا نام نہ ہو کہ اس کا

مطلب یہ کہ نتیجے تو اجار میں ہی نکلا کرتے ہیں۔

عمران نے مادہ سا جواب دیا اور صند دہ بارہ منہ بنا کر رہ گیا۔

اب وہ تینوں راہداری سے گزر کر ڈاکٹر جوہر کی لیبارٹری میں پہنچ گئے۔

لیبارٹری میں پہنچ گئے۔ لیبارٹری بہت وسیع و عریض تھی اور بائیں ڈوریں

مائنسی آلات سے سزین۔ عمران تھوڑی دیر ہرٹین کے پاس ٹھہرا لیکن پھر بائیں

بزرگمرہ میں دیتا۔ صند اور کپڑے نیکل حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے کہ آخر

عمران کو کس چیز کی تلاش ہے۔ عمران کالی ویرنگ لیبارٹری کے دریاں پڑی ہوئی بزرگ

کے پاس مک گئی۔ جس پر ایک بہت بڑی شیشی تھی۔ عمران کالی ویرنگ اسے دیکھتا

رہا۔ پھر اس نے بائیں سے سر لادیا۔

بگڑ گئیں۔

ابھانک عمران نے ڈاکٹر دوڑوں سے کہا۔

اردو تین لیبارٹری سے ڈرائنگ روم میں آگئے۔ ڈاکٹر حیران ہوئے۔

پڑا ہوا تھا۔

اب لیبارٹری سے باہر نکلیں کیسے؟

صند نے عمران سے پوچھا۔

تص چارہ رویشہ پڑھا ہے۔

عمران نے صند سے پوچھا۔

تص چارہ رویشہ کی سیال کیا تک ہے۔

صند نے حیرانی سے پوچھا۔

نہیں ہے تو بنا دیں گے۔

عمران نے وریٹ نہ انداز میں کہا۔

آخر اس نے گی اکنے سے تیار مطلب کیا ہے۔

ان صند کچھ زیادہ ہی تھنہ یا اس معلوم ہوتا تھا

مطلب یہ کہ جس طرح چارہ رویشہ جبرستان میں بیٹھ کر ایک دوسرے کو اپنی

دانت میں ساتے ہیں عمران کی شکست مل رہی تھی۔ کیوں نہ ہم بھی جی طریقت

انتہا کریں۔ خدا باد اللہ تعالیٰ اس پر مالے کی کوئی سبیل دلائے۔ یا کوئی بزرگ خضر

صہبت ہمیں راستہ بتا دے۔

عمران ہوتا چلا گیا

عمران صاحب! خدا کے لئے بڑھتی تھیں۔ ایک تو پہلے ہی خواہ مخواہ پریشانی

اٹھالی پڑی اور پھر آپ کی باتیں سن کر کان پک گئے ہیں۔

صند نے عمران کے لئے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

تھوڑے صند۔ ابھی کان ہی پکے ہیں کہیں ٹاک نہیں کی۔ نہیں تو ہمارے بزرگ

کہا ہے اندر پہنچتی اور ہم بھی ماسٹرول کی طرح سینہ پاک کے صحرا میں پھرتے نظر

آتے

عمران نے صند کو پھر کھینچنا شروع کر دیا۔

عمران صاحب! میرے خیال میں باہر نکلیں گی کوئی حرکت نکالنی چاہیئے تاکہ
کیپٹن شکیل کو عمل اندازی کرنا پڑتی۔

یار کیا ضرورت ہے۔

یہاں بھی اللہ روتی دے ہی دے گا۔ عوام بڑا باہر جا کر دیکھنے کے حکم
سے خاک دوڑ کرتے چریں۔

عمران نے شکیل کو بھی قہر بنا کر شروع کر دیا مگر کیپٹن شکیل عمران کی باتیں سن
کر نہیں پڑا۔

اچھا۔ تم جیسے عظیم مہم نڈر ایسا رٹنی کا چکر لگا آؤں۔

عمران نے مڑتے ہوئے کہا۔

اب ایسا رٹنی میں ہاگہ کیا کریں گے۔

صند چپکا کر رہ سکا۔

پتہ کیپٹنوں کا آکر لگا ہی آکر جیسا یہاں سے جھٹک لائے۔

یہ کہہ کر عمران پکار رٹنی میں گھس گیا۔ وہ پہلے ہی پھیل گیا تھا کہ ان کی
مشین کے ذریعے ایسا رٹنی کا درد اڑا کھلتا اور جھٹک لائے۔ یہ مشین عوام کی مسلم
کا درد جان لیتی تھی۔ اسی مشین پر وقت کا الام لگا دیا جاتا۔ اور اس نام پر
مردان کھل جاتا یا بند ہو جاتا۔ اس سے یہ سہولت تھی کہ ڈاکٹر کو اگر کسی باہر جانا

مرتا تو وہ مشین کو مخصوص طریقے سے مخصوص وقت پر سیٹ کر دیتا۔ اس کی
طرح ڈاکٹر آئیٹھک طریقے سے اندہ باہر آ جاسکتا تھا۔

عمران نے بھی پانچ منٹ کا الام لگا کر مشین آپریٹ کر دی۔ اور پھر نکلتا ہوا
ڈاکٹر نام میں چل دیا۔ اور پھر تقریباً دیر بعد ان کی کار ایسا رٹنی سے باہر
میں ڈاکٹر پروردہ رٹنی تھی

کے اور جو اسے شہ نہیں ہوتا تھا۔

لیکن آج اس کی طبیعت شراب پیئے کر نہیں چاہ۔ یہی تھی۔ مگر انسان جس چیز کا استعمال بے انتہا کثرت سے کرے تو چند لمحے لیے بھی آجاتے ہیں جیسے اس کے نفرت ہوتا ہے۔ اور یہی آج جہازت کے ساتھ بھی ہوا۔ اس نے سچ اٹھنے ہی شراب کا پیگ بنا کر صبح بھر پیا یا با لیکن میسے ہی شراب کا پیگ منہ نہ دیکھ آیا اس کی طبیعت بدل گئی۔ اس نے شراب کا پیگ واپس رکھ دیا۔ اسے ایسا نہ پیسے وہ آج تک غلط کام نہ کرنا چاہا آیا ہے۔

شراب تو اس نے نہیں لی لیکن طبیعت پرنا سلوم سی ادا سی چھا گئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ آخر وہ جیسا ہے۔ خواہ مخواہ طبیعت گھٹتی جا رہی تھی اس نے سوچا شاید ایسا شراب درجے کے اور سے ہو۔ اس لئے اس نے طبیعت پرور کے ایک پیگ ایسے اندر اندر لیا۔

آخر اس نے سوچا کہ آج شہر کی سیر کی جائے۔ کافی عرصہ ہوا وہ تیر نہ جاسکا تھا مگر وہاں اس کی چوکیدار سی اس کے پر دھکی۔ جب تک عابر ایک تیر نہ چلے میں موجود تھا وہ بڑی مستعدی سے پرو دیتا لیکن جب عابر کو مٹی سے غائب ہوا تو اس سارا دن شراب ہی پیا رہتا۔

آج کل وہاں ہر گھس مات تھا۔ اس لئے اس نے شہر کی سیر کرنے کی ٹھانی اس نے ایک یا دو بھرت سوٹ اور اسے کھل کر کس پر ٹھرا لے بڑا کر دیا تھا اس کا



آج بھرت کا وہ دیکھ کر ہی غراب تھا۔ لیکن آج منہ کی سی سیلی ہا۔ اسے شراب سے نفرت نہ تھی تھی۔ مگر اب تک وہ اپنے منہ میں تیرا لہو کے سطلے میں ڈال رکھا جاتا رہا تھا۔ سارا دن وہ شراب پیتا رہتا تھا۔ اور اس کا اس میں جتا تیرا ت کو ایک کے عدوان میں شراب پیا رہتا۔ اگر کسی ایسا موقع آتا کہ اسے پینہ لکھوں کہ جسے شراب نہ ملتی تو وہ کچھت سے بھی بدتر ہو کر رہ جاتا۔ اسے ہیرت تھی کہ لوگ آخر شراب پیئے زندہ کیسے رہتے ہیں۔ شراب اب اس کی تندرستی نہ کر رہی تھی۔ یہاں بات تھی کہ سارا دن سارا شراب پیتے پیتے کے

سے نکال دیا۔ اسے پہنا دوڑوں میں اور پیٹ کی سائیدوں پر لگا کے اور کوئی کام نہ کر کے باہر نکل آیا۔

سوٹ اس پر پڑا چم رہا تھا۔ شاندار کسرتی جسم۔ منہ دہلاؤ اور مصدقہ یادوں پر سے کی دھڑ سے وہ جہان طوری پر سے حد و جبر تک رہا تھا۔ ہر مردوں سائیدوں پر سے سمجھے ریڈیو میں اس کی دیباست میں چار چاند لگاتے تھے وہ پیلیر کرتا ہوا دار الحکومت کی معروف ترین سڑک پر نکل آیا۔ لوگوں کا ایک بڑا ہر وقت وہاں دواں تھا۔ ۲۰ سال سائیکل اور موٹر سائیکل سڑک پر تھری سے دواں رہی تھیں۔ یہ رفتار جوڑت کے لئے اچھا اور دلچسپ ثابت ہوا۔ اور آہستہ آہستہ اس کی طبیعت پر بھائی برتی رہی وہ سہلے تھا۔ وہ وہ اپنے آپ کو چاک لیوین سمجھ کر کہتے تھے۔ وہ کہتا تھا کہ وہ وہاں لے اس کی طبیعت پر اچھا اثر تھا وہ وہاں سے یاد دی وقت دیکھتا ہوا ایک سڑک پر نکل آیا۔ یہاں کچھ مکانات تھے جو یہاں کے لوگوں کے ہاں سے بہت کر تھا۔ اس سڑک پر اسے جیسا بھی ہو جس طرح آئے اس سے ایک بڑی کی وسیع دکانیں ہوئی تھیں وہاں کی۔ اور کچھ سوٹ گراہب اور اس کی دیباست دیکھ کر بہت مرحوب ہوا۔ اس نے صحت مندانہ گھڑی کر جو نہایت دل میں ایک نوجوان اس سے لئے انہماک تھا۔ یہاں کے لوگوں میں بیٹھے تھے ان لوگوں سے بھی اس پر لکھنا تھا کہ اس کی دیباست سے سڑک سے لے لے لے۔ ہر قوت کی نگاہوں میں اس کے لئے خاص طور پر لکھنا تھا

سے ۱۲۔ ابھر آئے۔ لیکن جوڑت سب سے بے نیاز کرنے میں لگی ہوئی ایک عالی ٹیل کی دیبا پڑھ گیا۔ اس نے کرسی دیا کھسکان اور پھر بین گیسٹ کی طرف رخ کر کے بیٹھ گیا۔ اس کے بیٹھے ہی ایک ویٹرس اس کی طرف لگی۔

آپ کے لئے کیا مانگوں

جو بھارت ویٹرس نے سر کو جھکاتے ہوئے کہا۔

لیکن آج اس کی شکل دیکھتے ہی بھوک اٹھا۔ اسے ہر قوتوں اور ہر قسم کی وسوسوں کو قوت سے مدد دے کر دیا تھا اس کا جس نہیں پتا تھا۔ وہ وہ دنیا سے لوہوں کا وہ جوڑی قائم کر دیا۔ اس نے اٹھا اٹھا کر ویٹرس سے کہا۔
جہاں کسی مرد کو صبح۔

مرد۔

ویٹرس نے حیران ہونے ہوئے کہا۔

ہاں، ان مرد۔ میں کوئی برائی نہیں ہوں رہا ہوں، ہر جہاں کی سمجھی نہیں آتی۔
یہاں کو ان کو شہرت کہنے سے ناقدہ
جوڑت کا وہ جوڑت آت کر لے لگا۔

لیکن وہاں کوئی جہاں میں نہیں کہتی۔

یہاں میں شاید دولت کا مطلب نہیں کہتی۔

ان کی میں جس کو وہاں جوڑت کے لئے کہہ رہا ہوں

جوزف جتنے سے ہی اکھڑا گیا۔

بی۔ جی۔

ویزوں گھبرا گئی۔

جنگل میں دیکھ کر سب لوگ اس طرف متوجہ ہو گئے۔ پھر پیچھے ہٹ کر

کیا بات ہے ڈولی؟

میسر نے ویزوں سے پرچھا۔

یہ صاحب کہہ رہے ہیں مجھے مڑ جائیے۔

ویزوں نے پریشان لہجے میں میسر سے حقیقت بیان کی۔

کیا مطلب۔

میسر کے ساتھ ساتھ دوسرے لوگ بھی میری طرف آئے۔

اب آپ کی مطلب پوچھئے آگئے ہیں۔ یہ تو کون ہے یا بھائی بھائی۔

جوزف نے میسر کو آنکھیں ملکاتے ہوئے کہا۔

مسترحم ہوش میں ہو یا نہیں۔ تیز سے بات کرو۔

پھر کیا تھا۔ مجلس کی آگ بالکل پھریں اٹھی۔ ایک زاردار لڑکھو کے

برہنہ اور میسر کے زور و زلف کے فاصلے پر پڑا سب جھپٹو لوگ گھبرا اٹھے۔

جوزف کا ایک ہی کپڑے پیر کے منہ سے خون ٹپکانا لگا لیکن میسر

ایسے ہی درخشاں ہوا آدمی تھا۔ وہ چپکے کر اٹھا اور جھپٹے سے اس نے ایک کپڑے

افکار جوزف کے سر پر تھام لی۔ جوزف نے ڈانچ دیسے کی ہانکوں کو کشش

کی لیکن کرسی پھینکی ہی اس کو مار دیے گئے تھے۔ کہ جوزف کے پتے پتے پتے تھے

اس کے سر سے گھبرا گئی۔ جوزف کے ماتھے سے خون ابل پڑا۔ زخمی حال میں مہم

وضعیت کا تھا لیکن اس میں سے بچنے والا توں چھنے کی طرح ہی ابل۔ اٹھا۔ شاید

کوئی لگ کٹ گئی تھی۔

جوزف کا منہ خون سے بھر گیا۔ پھر جوزف پر خون سوار ہو گیا۔ اس نے

لیپ کر میسر کا سر ہاں پھینکا۔ اور پھر ایک ہی جھپٹے میں جوزف نے میسر کو سر سے

اوپر اٹھا لیا۔ اس پھر ایک زاردار آواز سے میسر کو میزوں کے اوپر سے ہوتا ہوا

قرعہ پڑا تھا۔ جوزف نے ایک ہی اٹھ کے درمیان کی میز پر الٹ دی اور

میسر کے فرش سے اٹھنے سے پہلے ہی اس پر چھٹا لگ گیا۔ اور وہیں پر پڑے

ہوئے میسر پر وہ نہیں سٹھرتا۔ جوزف جھپٹے میں پاگل ہو کر اٹھا۔ ان میں ٹھکڑ

پکائی تھی۔ لوگ عورت پر ہاتھ تھے۔ کوئی بیچ رہا تھا۔ کرپیس کو فون کر دے

کر دے اٹھا۔ لیکن کسی کو بہت جیس پڑتی تھی کہ وہ جوزف کو آپریشن کا مالک

نہیں ہے ایک آواز گونجی۔

اسے اچھا لگا۔ اس نے یہ سہاروں کی طرح لڑا ہے۔

سب ہی اس آواز کی طرف متوجہ ہو گئے۔ لیکن جوزف پر اس آواز کا غلبہ

نہ عمل ہوا۔ گھر کے دو کمرے کی آواز ہزاروں میں سے پہچان ملتا تھا۔ وہ دوسرا میسر کو

سب اسپیکر جھٹکے سے جوت کی طرف بٹھ گیا
 تم نے اسے کیوں مارا۔
 سب اسپیکر نے انتہائی درشت لہجہ میں کہا
 میری مرضی۔

جوت نے لاپرواہی سے کہا وہ عمران کو دباں موجود پا کر لاپرواہ ہو گیا
 اسے گڑبڑ کر رہا تھا۔

سب اسپیکر نے وہ سپاہیوں کو ٹکڑیا دیا اور دونوں سپاہی جوت کی
 طرف بڑھے۔

اسپیکر صاحب! آپ مجھے مانتے ہیں۔
 عمران نے صورت حال جڑ سے اٹھ کر سب اسپیکر کو اپنی طرف متوجہ کر
 کر کرنا سے گھبراتے ہوئے کہا۔

تم نے ابھی تک اسے گرفتار نہیں کیا۔
 سب اسپیکر نے سپاہی پر گھبراتے ہوئے کہا جو شاید شستی ہو گیا ہو۔

عمران نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک پیرا ماہرہ نکالا اور سب اسپیکر
 کے سامنے کھڑا کیا۔ سب اسپیکر نے دوبارہ اسی سے اس پیرا ماہرہ کو الٹا الٹا کر دیکھا۔

اس کا رنگ فق ہو گیا اور اس نے فوراً ان شیخ جو عمران کو سیٹ
 مار دیا۔ سپاہیوں نے بھی جب اپنے آئینہ کو اس حالت میں دیکھا تو ان کے
 ہاتھوں سے جھٹکیاں چھٹ کر نیچے گر پڑیں۔ اور انہوں نے جی جھٹ سے
 سیٹ مارا۔ رگ حیرت سے عمران کو دیکھنے لگے۔

کوئی بات نہیں اسپیکر صاحب! تم۔ اسی زخمی نے میرے آدمی پر گولی مار دی تھی۔
 مار دی تھی۔

اسپیکر نے جھٹ سے ایک اور سیٹ لے مارا وہ عمران سے بعد
 مرحوب معلوم ہوا تھا۔ کیونکہ عمران کے کارڈ پر صرف ایک سرخ رنگ کا دائرہ
 تھا جو اس کے آئی ڈی کے اعلیٰ آئینہ کا مخصوص نشان تھا۔ ایسے بہت سے
 کارڈ عمران کی جیب میں ڈھے رہے تھے۔

پھر جوت ملیں۔

عمران نے جوت کو اشارہ کیا اور خود مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ رات
 میں ان کے آگے عمران کے پیچھے چل پڑا۔ اس طرح وہ دونوں ہال سے باہر نکل
 آئے۔ جہاں عمران کی ڈسپٹر کھڑی تھی۔ عمران اور جوت اس میں بیٹھ گئے
 اور کچھ بہت آہستہ رنگت سے جی کے کیا کر رہے تھے باہر نکل آئے۔
 سب بار کیا بات تھی۔

عمران نے جواز سے مخاطب ہو کر کہا۔

اس صبح سے میں نے شراب نہیں پی۔

جواز نے جواب دیا۔ کیونکہ اب اسے عدت سے شراب کی طلب

رہی تھی۔

اسے ادشب تار کے نیچے۔ میں تجھ سے کیا پوچھ رہا ہوں اور تو اپنی

کھانک رہا ہے۔

عمران نے صمٹلاتے ہوئے کہا۔

باس میں کچھ کہہ رہا ہوں۔ میں نے آج صبح سے شراب نہیں پی۔

جواز پر اس کی ہنس ہوئی۔

نہیں۔ میں نہیں مان سکتا۔

عمران سرٹٹتے ہوئے نہیں سکتا تھا کہ جواز نے صبح سے شراب نہیں پی ہوگی

کیونکہ اس کے علم کے مطابق جواز اب تک چھپاؤ نہیں پی چکا ہے۔

باس میں کچھ کہہ رہا ہوں۔

جواز نے تھکایا۔ انداز میں کہا۔

کیوں؟ کیا شراب کا ذخیرہ ختم ہو گیا۔

عمران پر جواز کا مزید دھرم پڑا۔

نہیں باس۔ بس دل نہیں پایا۔

اور پھر جواز نے عمران کو ساری تفصیل بتادی

اب پیئے کو دل پاتا ہے

عمران نے پوچھا۔

باس اب دل پاتا ہے کہ شراب کا پورا ڈرامہ پی جاؤں

اسے سرگیا۔ میں یہ سوچتا کہ خوش ہوا تھا کہ چلو تم آؤ گی میں گئے ہو۔ میں

اس خوشی میں بھی بھر کر خوشیاں مناؤں گا۔ مگر تم تو میرا بیڑہ غرق کرنے پر تھے

نیچے۔

جواز چپکا ہوا ہوا وہ جواب بھی کیا دیتا۔ اتنی دیر میں کار ناما پلٹیں۔ پتہ

بلی تھا۔ عمران نے اسے نیچے اٹھا۔

پلو اب اندر بھاگ جاؤ اور آئندہ میری اجازت کے بغیر نہ آنا یہ پس کو آؤں گا

کرکشیہ نہ بھاگ

یہ کہہ کر عمران نے ٹریڈرواپس کوڑلی اور جواز تناسے اچکا کر کوٹھی کا

ہاتھ کھینچے۔



وہ۔ ٹھیک ہے۔ تھوڑے دنوں کے۔ نہ واپس گھر جاسکتے تھے۔ نہ قتل
میں۔

دھند میں کسی نہ کسی کار کی ہینڈ لائٹس چمک رہی تھیں۔ لیکن ان کی دھند
میں لاکھوں کے شعلے سے زیادہ نہیں تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ دھند کے چمکنے کا
انتظار کرتے رہے۔ پھر ان میں بے یقینی پھیل گئی۔ کیونکہ دھند کم ہونے لگی۔ کیا
بڑھتی جا رہی تھی۔ لوگوں نے گڑواہ کی بنیاد پر دیریں تھیں۔

موسم سیاحت کے دنوں میں گھنٹیاں بک رہی تھیں۔ لوگ دھند کے پاس
جیں بوجھ رہے تھے۔ لیکن وہ اس میں کیا باتیں کیونکہ انہیں خود اس کی وجہ
معلوم نہیں تھی۔ ان کے آلات کے مطابق دھند کی کوئی وجہ جو اس وقت تھی
اس لئے وہ بھی کچھ باتوں سے معذور تھے۔

لوگوں کی بے چینی بڑھتے بڑھتے اضطراب میں تبدیل ہو گئی۔ کیونکہ اب
یہ دھند لگاتار راستوں سے گزرتی رہی۔ دھند میں داخل ہونے لگی تھی۔ لوگوں نے بڑی
کوشش کی کہ دھند اگر ان میں داخل ہونے سے باز رہے۔ لیکن کبھی وہ کسی گھر
میں داخل ہو کر گئے۔ چھوٹے سے چھوٹے گھر کے سامنے سے بھی دھند گزرتی گئی۔

پھر ایک شہر میں گئے جو بے قیاس سڑکوں پر آباد تھا۔ آوازوں سے
لگنے لگے۔ یہ غلوں کے سارے تھے۔ شاہی قلعہ میں کسی ٹکڑے سے



آج میرے گھر کی طرف سے گزرتی تھی۔ اس سے ٹھیک پہلے میرے گھر کی ایک طرف
تھی۔ دھند ان دنوں زیادہ تھی کہ ایک وقت کے لئے اس سے بھی کہیں
نظر نہیں آتی تھی۔ کوئی ایک لمحہ سا نہ آتی تھی۔ اس سے زیادہ تھی۔ اور وہ
لوہے پر پڑنے والی تھی۔ دھند میں ایک گھر۔ کسی گھر کے آگے دھند گزرتی تھی۔
نہیں دیکھا۔ یہ تھی۔ اور اب وہ دھند کے لئے کہہ چکے تھے کہ وہ بھی اپنے اپنے
گھر میں رہا۔

لیکن دھند کے ہونے کی باتیں ہم کو بڑھتی جا رہی تھیں۔ ہم لوگ فکر سے
بے فکر بن گئے تھے۔ دھند ہم کو دھند میں ایک قیادار رہے تھے۔ اب وہ

پہننے کے لئے انہیں بھایا تھا کیونکہ اب حکام کو جی اس دھند کے غیر معمولی
ہونے کا احساس پیدا ہو گیا تھا۔ سائرن بجنے سے پہلے شہر میں بچے بھی کچھ سکون
تھا لیکن سائرنوں کے بجنے ہی پر بیکہ شور مچ گیا۔ ہر شخص اپنا اپنا کام کر رہا تھا
دیکھا کہ آواز قائم کر رہا تھا۔

کوئی کہنا کہ شاید کوئی حملہ ہو گیا ہے اور کوئی اسے کسی سرچھڑے سلسلہ کی
کا تسمیرہ بناتا۔ ٹریفک جتنے سڑکیں اتنی ہی باتیں تھیں۔

پھر اس شور میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ جب لوگوں نے اس دھند کا رنگ
دیکھا سیدھا دھند آہستہ آہستہ سرخ رنگ کی تبدیلی کوئی بارش سی تھی۔
پھر اس کا رنگ گہرا سرخ ہو گیا۔ اور اب لوگوں کے چاروں طرف سرخ ہی
سرخ تھی ایسا غورس ہوتا تھا جیسے سارا دارالحکومت غول کے سرخ سمندر
میں ڈوب گیا ہو۔

تو ہم پرست اور کمزور عقیدے کے لوگوں نے اسے خدا کا عذاب سمجھا
اور وہ خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے
لگے۔ اب دھند کا رنگ اتنا جوش ہو چکا تھا کہ لوگوں کے لئے اس کا دیکھنا
نہیں ہو چکا تھا۔ لوگوں نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔ لیکن اب تک
آہستہ آہستہ ان کی آنکھوں میں بھی سرخی چھا گئی اور پھر یہ سرخی سیاہی
کا تبدیل ہو گئی۔ لوگوں نے سمجھا کہ شاید اب اس کا رنگ سیاہ ہو چکا ہے

حقیقت وہ اس کے برعکس تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ دھند فائبر بونی شروع ہو گئی اور پھر سورج کی
شعاعوں سے سارا شہر منور ہو گیا۔ لیکن لوگوں کی نظروں کے سامنے اب بھی
ادھیر تھا۔ وہ اس وقت اندھوں کی طرح اندھوں کے ساتھ پاؤں مار رہے
تھے اور شور مچا رہے تھے۔

آہستہ آہستہ ان کی آنکھوں سے سیاہی دور ہو گئی اور پھر تقریباً دو
گھنٹے بعد لوگ پوری طرح دیکھنے کے قابل ہو گئے۔ اب سچے پہلے کی طرح
روشن تھی۔ لوگ مختلف چیزیں دیکھ رہے تھے۔ کچھ لوگوں نے ہارنگل آہستہ
شہر میں طرح طرح کی اڑانیں اڑنے لگیں۔ کچھ کی بکھرے ہوئی بات
بات نہ آتی تھی۔ پھر شہر کی پوریس کی گاڑیاں لاؤڈ پیپرنگ کے نکل آئیں
اور لوگوں کو اپنے اپنے کاموں پر جانے کی تلقین کرتے لگیں۔ لیکن لوگوں میں
بارش میں سرخ سرخ کرپاگل ہوئے ہمارے تھے۔ روشنی واپس آنے کے
ایک گھنٹے بعد شہر کا نظام پوری طرح جاری ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد اجاروں کے خاص نمبر شہر کے گلی کوچوں میں پھیلنے
اور پھیلنے لگے۔ لوگوں کو دھند کے متعلق بتانے لگے۔
لوگ دھند کے ساتھ ساتھ یہ شہر کو بھی حیران و رشتے کہ اس دھند کے
دوران دارالحکومت کے آؤٹریچے تک لے گئے تھے۔ سڑکوں کا ٹریفک

لڑکھڑائی کرتی تھیں۔ کئی لوگ نکل کر مرچکے تھے سب سے حیرت کی
 بات یہ تھی کہ شہر کے مرکزی مارون پر رنگا ہوا بڑا کھلاک بھی غائب تھا۔
 دارالحکومت کے ڈپٹی کمشنر اور تین چار اور ہڑے حکام جن میں پولیس
 کے اعلیٰ سپریم بھی شامل تھے اپنے اپنے مکانات میں تہہ پڑے گئے۔ ایسا
 محسوس ہوتا تھا جیسے ان کا کھانا ٹھونٹ دیا گیا ہو۔

ان خبروں سے شہر میں ہر طرف شور مچ گیا۔ اب افواہوں کا بیڑا بھڑوں
 کا۔ کہیوں کی طرف بول گیا تھا۔ ہر شخص اپنے اپنے امانت کے مطابق امن
 بنا رہا تھا۔

شہر میں ایک بار پھر بڑی پھیلنے لگی جب وہاں کے لوگوں میں تھریل
 ہونے لگی۔ دھند کا کوئی منبع نہ نہیں آتا تھا ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے
 ہوا ۱۰۰ فٹ دھند کاٹ پیا تھا۔ وہی ہی لوگ اترتے ہی پہلے تھرتے رہتے
 لوگوں کو بھاگنے لگے۔ اترتے ہی اسی ڈر میں کہ بیٹھوں لوگ ایک دوسرے
 کے نیچے پھیل گئے۔ ان پھر ٹپٹپٹے مارنے لگے۔ کام شروع ہوا
 پھر سہا گیا۔

ہر طرف ایسی ہیچو ویکار پی کہ الاماں یہ ان قدر کہ حوالہ معلوم ہوتا
 تھا۔ چلنے کی سڑکیں میں چرچہ و جھڑپ ہونے لگی۔ آہستہ آہستہ اس دھند میں
 سبز کا پھیلنے لگا۔ اور پھر تھریل وہی جہد ہر طرف گرا سبز رنگ بھاگ گیا۔

وہی اسی جھڑپ سے تھے لیکن اب آہستہ آہستہ ان کا شور و محم ہوتا تھا
 پھر وہ جیسے ہی ان کے منہ کھلتے دھند ان کے منہ میں گھس جاتی اور ایسا
 محسوس ہوتا جیسے ان کے منہ میں مچھلی لپ لپ لگی ہوں اور پھر ان پر گھاسی
 اور دھند پڑ جائے۔ اور لوگ کھانستے کھانستے پاگل ہو گئے۔ گھاسی کی شدت
 سے ان کی آنکھوں سے پانی بہنے لگا۔ اور چہرہ دم گھٹنے لگا۔ آخر لوگ کھانستے
 کھانستے تمام بکر مار گئے تھے۔

اور تھریل پھر پھر مچھلی لپ لپ چھا گیا۔ شاید لوگ گھاسی کی
 وجہ سے بے ہوش ہو گئے تھے۔ تھریل اور گھاسی کی حالت وہی ہو
 رہی تھی۔ پہلے کی حالت غالب ہو گئی۔ اور آہستہ آہستہ سکون شور میں تبدیل
 ہو گیا۔ شاید لوگوں کو ہوش آئے تھا۔ وہ سر کی دھند سے شہر میں وہ
 پہاڑ چلے کہ الاماں مشکل سے ہی کوئی خوش قسمت گھبراہٹ کا حال
 کے تمام آدمی بچ گئے ہوں۔ نہیں تو ان کا کوئی نہ کوئی فرد بھی مر رہا ہو گیا
 تھا۔ حیرت سے بارہ شیوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ پھر وہ دھند و دھول
 کھل رہا تھا۔

لیکن اس بے چینی اور اضطراب کو کیا کہیے ہم نے ہر شخص کے دل
 میں وہاں کیا تھا کہ نہلاتے کب گیا ہو۔ پھر حال اب مطلع صاف تھا اور
 حالات تقریباً معمول پر آچکے تھے۔

ہوئے ہی سلام کا فقرہ مارا۔

کہیں۔ کیا کسی مردے کو دفن کر کے آئے ہو یا جمعہ کی نماز پڑھ

رہے تھے۔

مران نے باری باری سب کے چہروں کو دیکھا۔

لیکن وہ سب پرستور خاموش تھے کسی نے بھی مران کے مذاق کا جواب

نہ دیا۔ مران ایک لمحہ کے لئے ہنس پ گیا۔ لیکن پھر اس کے منہ سے یہ

تاریکی ہی چھا گئی۔

”کچھ بات بھی سہی تاکر میں بھی خاموش پڑھ سکوں۔“

مران نے ڈھیلے ہنسنے کوئے کہا۔

”ہر وقت کا مذاق اچھا نہیں رہتا۔“

مران نے تھکنے کے کہا۔

”اوری میرا میرا کون سا مذاق کار شہ ہے۔“

مران نے مڑتے پر ہنسنے کوئے کہا۔

اور مران نے اسے کیا سوچ کر چپ ہو گئی۔ پھر مران بھی منہ لٹکا کر بیٹھ گیا۔

چلے گئے۔ اس کی زبان پر یہ کچھ بھی نہ تھی۔

”کچھ غلطی ہو رہی تھی۔“

مران نے چہرے پر حیرت پیدا کرتے ہوئے کہا۔



دانش منزل کے سنگ بال میں اس وقت سیکرٹ مریس کے

تمام ارکان موجود تھے۔ مران شاید بھی تک نہیں آیا تھا۔

بال میں بیٹھے ہوئے سب لوگ سنبیہ اور خاموش تھے۔ خاموشی شہ

پر جو کچھ گزری تھی۔ اس نے ان کو کافی سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ

سب کسی حد تک پریشان تھے۔ لیکن ان میں ایک شخصیت ایسی بھی تھی جس

کا چہرہ بالکل سہل تھا۔ البتہ اس کی آنکھوں میں پریشانی کی جھلکیاں موجود

تھیں۔ وہ خاکین پن شکل۔

ایمانک وہ سب کچھ پڑے۔ جب مران نے دروازے سے سنا اور

ٹیک لگاتے ہوئے سویا ہوا تھا۔

”عمران صاحب“

آخر صندر کو ہونا پڑا۔

سند نے کہا۔

اپنا تو بناؤ کیا بات ہے۔

ورانٹ اپنے چہرے پر سنجیدگی لاتے ہوئے کہا

سب کچھ اسی کے چہرے پر اتنی کہہ ہی سنجیدگی تھی کہ وہ حیران رہ گئے۔

صندال بنی ال میں عمران کی صلاحیتوں کا قائل ہو رہا تھا۔ ظالم اسے

یہ کہ ایک طرف سے کہے کہ کوئی شک ہی نہیں کر سکتا۔ اب اسی کو لیجئے

اسے جسے چاہے اتنی سنجیدگی تھی جیسے عمران نے آج تک مذاق کیا ہی

لیکن جواب ندارد۔ عمران دیر سے صلیبان سے سوراخا تھا۔

بجلا گئے۔ کیونکہ حالات اسے سنجیدہ تھے کہ تقریباً سب پروران کا مذاق

گزر رہا تھا۔ لیکن عمران کی فطرت کو کیا کہیں کہ وہ ایسی ترکوں پر غور تھا۔

رہنا تو وہ سیکھائی نہ تھا۔

آخر جو بیانیے تھے سے عمران کے ہاندھے ہاتھ

عمران نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔

”کیا بات ہے۔“ اب سوچو کچھ نہیں دیتے۔

عمران نے ان کو الٹیے ہوئے کہا

”عمران صاحب۔“ حالات ایسے ناگوار ہیں کہ سونے سے

نہیں چلے گا۔“

پیش ٹیکل نے سنجیدگی سے عمران سے کہا

”سوئے سے کام نہیں چلتا تو اپنے پاس سے کہہ کر یہ کام سیکھو۔“

”بیر عمران صاحب۔“

”یہ ہے ایکسٹروکلاپیسیٹم نہیں سنا۔“

پیش ٹیکل نے کہا۔

”سب سے۔“ میرے خیال میں ایسے کیجئے کہ آپ سب شہر میں

وہاں اپنے طے پانٹ لیجئے۔ اور کوئی خاص بات ہو تو واپس واپس

آئے مجھے اطلاع دیجئے۔“ مرث صندر اور کیپٹن ٹیکل ڈاکٹر

کیپٹن ٹیکل نے چہرہ دیں گے۔

”آپ کو ڈاکٹر جو برپہ شک ہے۔“

سند نے پہلی بار عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

اس آواز کو سن کر حاجی مظفر محمود کی طرح چونک پڑا۔ انہوں نے

ایک نظر دروازے کی طرف دیکھا اور چہرہ آواز باکر بوٹ
"یسس پاس — کیا مکم ہے —"

"ایس ناؤ تمہارے پاس پہنچا ہے —"

"نہیں! یسس — ابھی تک تو نہیں پہنچا۔"

"تم اپنے آٹھ میں ہی رہنا۔ وہ ابھی تم تک پہنچ رہا ہے گا۔ اور اس
کے احکام سریرہ کی عمل کرو۔"

"اور کے سر۔"

"اے کے۔"

یہ سن کر حاجی صاحب نے ریسرور کھڑا کیا اور سب سے ڈال کھل
کراتے پر چپکے دانے پینے کے قوطے پاتھنے سے کھولے وہ سہتے
دبے چرائیوں نے میز کے کونے پر لگے کونے بن کر بیٹھے۔ اے۔
ایک منٹ کے بعد ایک بار وہی چہرہ اسی دروازہ کھولا کہ اندر داخل ہوا
"صدیق — اگر انی شخص مجھ سے ملے آئے تو بیرون پھر کے اسے
میرے پاس لے آؤ۔"

"بہتر جواب۔"

چہرہ اسی سلام کر کے واپس چلا گیا۔

اور حاجی صاحب دوبارہ خالی کی رونق کو دانی کر لے گئے۔ تقریباً آدھے

گھنٹے کے بعد چہرہ اسی ایک ٹیبلٹ لے کر اندر داخل ہوا۔ حاجی صاحب نے
اس کی شکل سے اترتو دیا اور اسے سامنے رکھی ہوتی کر سی پر بیٹھنے کے لئے کہا۔
چہرہ اسی کو پالے لانے کے لئے گیا۔ چہرہ اسی باہر نکل گیا۔
فرمیتے۔

حاجی صاحب نے کارڈ پار کی اندر میں غیر ملکی سے پوچھا
اسی غیر ملکی نے سب سے ایک چھوٹا سا کارڈ نکالا اور حاجی صاحب کو
دیا۔

حاجی صاحب نے پھر اسی کارڈ کو دیکھا۔ کارڈ پر ایک خالی تھا۔ درت
کہا کہ میں احمد لاسا کو اپنے سر کھٹا ہوا تھا۔ حاجی صاحب نے
لیٹل کا ایک سائن لی۔ اور کارڈ واپس کر دیا۔
"ابھی اس سائن کا خون آیا تھا۔"

حاجی صاحب نے فرمیل سے مخاطب ہو کر کہا۔
"جھا — کیا پوچھ رہے تھے۔"

فرمیل نے سیاٹ پیج میں پوچھا۔
"آپ ان کے متعلق پوچھ رہے تھے۔"

اس کے بعد چہرہ اسی لے چائے کی ٹرے لا کر ساتھ والی میز پر رکھ دی اور

پھر مارتے ہا کر حاجی صاحب اور غیر ملکی کے سامنے رکھ دی۔

”دیکھو صدیق — میں ضرورت ہوں۔ اب میں کسی سے نہیں
سکتا۔ اس لئے کوئی شخص بھی آئے تو اسے واپس بھیج دینا
جب تک میں نہیں نہ بلاؤں تم اندر نہ آنا۔“

حاجی صاحب نے پھر اسی کو بدایات دیتے ہوئے کہا اور چیچرا کی طرف
بھاگا باہر نکل گیا۔

”ہاں — اب فرمائیے کیا احکام ہیں۔“

ملکی صاحب غیر ملکی سے مخاطب ہوئے۔

”باس کا حکم ہے۔ — کہ آپ سی و ن کے لئے اپنا کوٹھی نکال
اور قبیلہ کو باہر بھیج دیں۔“

”میری کوٹھی سے باس کو کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔“

ملکی صاحب نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

”خیر باس بہتر بیان ہے۔“

غیر ملکی نے مباحثہ بے نتیجہ میں کہا۔

”لیکن یہ حکم باس ٹیلیفون پر ہی دے سکتے تھے۔ — آپ کو غصہ
کی وجہ کیا ضرورت تھی۔“

”کوئی وجہ ہوگی۔ — اور نہ باس اس بات کو ہم سے بہتر سمجھتا ہے۔“

”بہتر۔ — باس کے حکم کی تعمیل ہوگی۔“

”اور کس — میں چاہتا ہوں۔“

”کہتے ہوئے غیر ملکی اٹھ کھڑا ہوا اور پھر حاجی صاحب سے ہاتھ
جکڑا ہوا باہر نکل آیا۔

حاجی صاحب کو اس حکم نے پریشان کر دیا کیونکہ اس حکم کی وجہ ان کی
سمجھ میں نہ آئی۔

پھر حال چند لمحے سوچتے رہنے کے بعد انہوں نے ذرا اٹھایا۔ چند غیر
گمانے اور اپنی بیوی کو باہر جانے کی تیاری کئے گئے۔ بلڈسٹ
کو کنگو کے بعد انہوں نے فون رکھ دیا۔ ابھی انہیں فون رکھے چند ہی منٹ
میں تھے کہ فون کی گھنٹی زور زور سے بجنے لگی۔ انہوں نے فوراً ریسپونڈ
اٹھایا۔

”ہیلو — میں ملنگر ٹول رہا ہوں۔“

”ملکی صاحب — ایس ٹاؤن پہنچا تھا۔“

”دوسری طرف سے وہی پہلے والا جبریم اگر اسٹائی اسی۔“

”ایس اسس۔ — ابھی واپس آئے ہیں۔“

”پھر تمہارے میرے حکم کا تعمیل کی۔“

”نہا اس — میں نے نہیں کہا کہ باہر جانے کا کہہ دیا ہے۔ کوٹھی آتا

شام کو غالی ہو جائے گی۔۔۔

سویری گٹ۔۔۔ تمہاری یہ مستعدی ہمیں بہت پسند آئی ہے

باس۔۔۔ ایک بات پوچھ سکتا ہوں۔۔۔

ماجی منظر نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

کیا بات ہے۔۔۔

باس آپ کو میری کوئی کس لئے پرایے۔۔۔

ماجی منظر۔۔۔ تمہیں اس سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے اور نہ

آپ اس قسم کی بات پوچھنے کی عزت کما اور نہ ان دس دنوں میں اپنی
کوٹھی کے اندر داخل ہونے کی کوشش کرنا۔

بہتر سو۔۔۔

اور وہاں دستکٹ ہو گیا۔

ماجی منظر نے بیسویہ رکھا اور خود اٹھ کر باہر چلے گئے۔

بہ اس کی کار مختلف سرگولی راز و شری تھی۔

ملانی صاحبہ دارالحکومت کے بہت بڑے آجرہ دار تھیں۔

ان کا کاروبار ملک کے مولد و عرض میں پھیلا ہوا تھا۔

شہری تھے۔ ان کی ذیورنگرافی بہت سے تہیم خانے کا کھج اور ہسپتال میں

ایک تھے۔ سارے ملک میں مالک صاحب کی بیٹی اور دیار والی اور غریب

پوری کے چرچے تھے۔ لیکن یہ سب کچھ طرہ ہی بات تھی۔ اندرونی طور پر

ایسی بات کے لئے سادے ملک کو قرانی کہہ سکتے تھے کیونکہ انہیں ہر

سے بے حد پیار تھا اور وہ ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔

یہ سب کچھ انہوں نے اپنی محنت اور مستقل مزاجی سے بنایا تھا اس لئے

ورثہ ان کی خاص کمزوری تھی۔ آج کل انہیں مختلف ذرائع سے علم ہوا تھا

اور حکومت ایسی۔۔۔ آمدنی پالیسی کا اعلان کرے والی ہے جس سے ان کی تجارت

پر شدید پڑ سکتی ہے۔ اس لئے وہ غیر ملکی گروہ کے ہتھے چڑھ گئے۔ جنہوں

نے ملانی صاحبہ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ لوگ اس کے ساتھ تعاون کریں گے

تو وہ اس وقت۔۔۔ پالیسی کا اعلان نہیں ہوتے دیں گے جس پالیسی کا اعلان

ہو گا وہ ان کی مرضی کے مطابق ہو گا۔ جس سے ان کی تجارت کو بھلے چھوٹے

ہوتے ہیں۔

ملانی صاحبہ اس سلسلے میں ان کو کافی رقم بھیجے چکے تھے۔ لیکن آج

کے محاسبہ انہیں واقعی پریشان کر دیا تھا۔ ان کی بکھری نہیں آتا تھا کہ اس

گروہ کی کوئی کڑی سے کیا نہیں ہو سکتی ہے۔ لیکن اب مولے ان کے

کاروبار کو تھکے کے اور کوئی پیار نہیں تھا۔ کیونکہ وہ انہیں ایک ایسی

تلاش چکے تھے جو اگر منظر عام پر آجاتی تو ان کی تمام نمایاں آن بان کا تار

اٹھ کر رہ جاتا۔

یہی سوچتے ہوئے وہ کار چلا رہے تھے۔ کافی دیر وہ مالی الدین کی سروس
میں سرگولہ پر کار چلا رہے۔

پھر انہوں نے کار ایک عظیم انسان ہوٹل کے کپڑاؤں میں گھما دی۔ کار کو
لاک کر کے وہ آہستہ آہستہ ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف چلے۔ ال بی بی پیچ کر
انہوں نے بیٹھنے کے لئے ایک کونے والی میز منتخب کی۔ وہیڑ کو پیاسے لاسے
کے لئے کہا اور خود دوبارہ صبح والے مسٹر پر غور کرنے لگے۔

ایک دم وہ ایسے پاس اجنبی آواز سن کر چونک پڑے۔ انہوں نے سر
اٹھا کر دیکھا تو ایک نوجوان ان سے بیٹھنے کی اجازت مانگ رہا تھا۔ ایک لمحہ
کے لئے ان کے چہرے پر غصے کے اثرات ابھرے لیکن جلد ہی وہ روبرو
گئے۔

تشریف رکھئے۔

انہوں نے مصنوعی اخلاق پرستے ہوئے کہا۔

تمکنت۔

جیسی نوجوان یہ کہتے ہوئے گری ہو بیٹھ گیا۔ اسے میں وہیڑ نے پانی
کے برتنی لاکر رکھ دیتے۔

ایک پیاسے اور تھکا

حاجی صاحب نے وہیڑ کو آواز دیا۔

آپ تمکنت نہ کریں۔ میں ابھی پیاسے نہیں پیوں گا۔
میں ابھی نے جلدی سے کہا۔

اس میں تمکنت کی کیا بات ہے۔

یہ کہہ کر حاجی صاحب نے وہیڑ کو جانے کا اشارہ کیا۔

مجھے تنویر کہتے ہیں۔

اس ابھی نے اپنا تعارف کر دیا اسے جوتے کیا۔

میرا نام مظفر محمد ہے۔

وہی مظفر نے بھی جوابی فقرہ ادا کیا۔

آپ کیا شغل کرتے ہیں۔

تھوڑے پر چھا۔

میرے کا دفنانے ہیں۔

مالی صاحب نے مختصر سا جواب دیا۔

آپ حاجی مظفر محمد تو نہیں۔ ملک کے مشہور

کرشنے میدان ہوتے ہوئے کہا۔

کدالین۔ میں وہی ہوں۔

مالی صاحب نے اپنی تعریف سن کر ذرا قفا خرا لہجے میں کہا۔

آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ میں سوچا ہی نہیں تھا کہ

آپ سے اس طرح اپنا مک ملاقات ہو جائے گی۔۔۔ ویسے میرا دل نہیں
کا رہا ہے۔۔۔ میں دہاں بیروں کی کانوں کا مالک ہوں۔

تو میرے اپنے متعلق تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا۔

”آپ اپنے ملک میں کاروبار کیوں نہیں کرتے تاکہ ملک میں خوشحال
پیدا ہو۔“ حاجی صاحب کا بوجھ الٹنی سے جھوٹا تھا۔

”جی ہاں۔۔۔ میں کافی عرصہ سے سوچ رہا ہوں لیکن میں چمکیا آ
اس لئے ہوں کہ مجھے ملک میں سماجی اور منجانب سے واقفیت نہیں ہے۔
”ایسی کیا بات ہے۔۔۔ اگر آپ اس ملک میں کاروبار کرنا چاہیں
تو میں ہر طریقے سے آپ سے تعاون کروں گا۔“

حاجی صاحب نے اسے فائدہ لانا پیش کش کی

”آپ کی فوڈس اور اسی طرح ہے۔ جو آپ اس وقت کرتے
ہیں۔۔۔ تمام کام حضرات تو یہ چاہتے ہیں کہ ان کے علاوہ ملک کے
تمام باقی کام زیادہ ہو جائیں تاکہ ان کی ملالیاں اور کاموں کا تمام
ہو سکے اور اس لئے وہ ہر جائزہ لگا کر طریقہ استوار کرنے کے تیار
ہو جاتے ہیں۔“

آپ کی بات درست ہے۔۔۔ لیکن ویسے لوگ فوراً ملک میں موجود
ہوتے ہیں لیکن جیسے پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں اسی طرح اس کے

محتاج لوگ بھی موجود ہوتے ہیں۔۔۔ اور میں اپنے متعلق آپ کو
بھی لاکھوں کہ آپ مجھے اچھوں میں پاؤں گے۔۔۔

”اور تو۔۔۔ حاجی صاحب آپ کیا سمجھ بیٹھے۔۔۔ میں تو ایک عام
سماج کہ رہا تھا اور یہاں تک آپ کی شخصیت کا تعلق ہے آپ کو صاحب
رجسٹرڈ ہوتے ہیں۔“

اس دوران دونوں پاسے بھی پتے رہے۔۔۔ ویران کی باتوں کے دوران
چلے گئے تھے۔

باتوں باتوں میں ان کے درمیان ملک کی آمد و آمد کی ایسی برکت
ہوئی۔۔۔ حاجی صاحب نے آمد و آمد کی ایسی برکت سے مستفید کی اور
انہیں آمد ایسی سے ان کے بزنس پر بڑا بڑا اثر پڑے گا۔

”لیکن میں نے اس کا انتظام کر لیا ہے۔“

حاجی صاحب نے تو یہ گورنر داری سے بتایا۔

”مگر وہ کیسے۔۔۔“

گورنر حیرانی سے پوچھا۔

”حاجی صاحب نے اس گزراہ میں شمولیت کے متعلق تفصیل سے
میں نے اس کو بتا دیا کہ وہ اسی کا ذکر کسی دوست

”ابھی نہیں حاجی صاحب — آپ اطمینان رکھیں۔ تنویر کا دل یکے
 مسند سے جس میں کوئی بات ایک دفعہ جب گھس جاتی ہے تو پھر کبھی باہر
 نہیں نکل سکتی۔ دیے آپ نے بہت اچھا کیا۔ آپ کو حق حاصل ہے کہ آپ
 کسی طریقہ سے بھی اس درآمدی پالیسی کا اعلان نہ کرنے دیں۔“

”آپ ٹھہرے ہوئے کہاں ہیں — ۹“

”اچانک حاجی صاحب کو خیال آیا۔“

”یہی شہر میں ایک آبائی کوٹھی ہے۔ ویسے میں آج رات کی فلائیٹ
 سے باہر جا رہا ہوں۔ اور اب میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ مختصر یہ مزید سے
 یہاں مستقل طور پر آباد ہو جاؤں — آپ کی باتوں نے مجھے بے حد
 المیہاں بھڑکاتے۔“

”آپ ضرور اپنے ملک میں کاروبار کریں۔ میں برطانیہ سے آپ کی
 مدد کرانے گا اور انشاء اللہ آپ بے حد کامیاب رہیں گے۔“

”بہتر — اچھا اب مجھے اہمادت دیں۔ میں نے سونے کے لاکھ
 تیار کیا ہیں جن کی کوئی کمی نہ ہو۔“

”لوگ — میں بھی چتا ہوں۔ میں مروت جاتے پینے کے لئے
 یہاں پہنچا آیا تھا۔“

”اور پھر دونوں نے ہاتھ ملایا۔ اور حاجی صاحب پیٹ میں دس ڈیپے

لوٹ چیک کر باہر چلے گئے۔ تنویر ان سے پہلے ہوٹل سے اتر
 رہا تھا۔ حاجی صاحب جب ہوٹل سے باہر نکلے تو تنویر ایک سٹون
 انڈین کھڑا تھا۔

پہلے ہی حاجی صاحب کی کار کھپاؤ ڈھکے باہر نکلی۔ تنویر چیک
 پر افسر سے ملے ہوئے نوٹ بکھریں گھس گیا۔

”ابھی اتفاق نے اسے ایک گہرے راز سے روشناس کرایا تھا۔
 ایسے ہی چائے پینے اس ہوٹل میں پہنچا آیا تھا اور پھر حاجی صاحب سے
 ملے پھر گئے۔“

”اسی طرح تنویر یہ حکومت کے خلاف اور اس کا مسلم سرگرم
 دشمن ہو گیا۔ اسے خوشی تھی کہ وہ فخر سے ایکسٹو کو یہ راز بتائے گا
 جس سے پھر قی سے ریسیور اٹھا کر ایکسٹو کے مقصود پہنچائے
 گا۔ لیکن بعد سلسلہ مل گیا۔“

”ایکسٹو کی مقصود آواز تنویر کے کانوں سے مگرانی۔“

”میں تنویر کو دیکھ رہا ہوں۔“
 ”نہوئے ہوئے امانت میں جواب دیا۔“
 ”اب اسے تنویر

ایسٹون نے پوچھا

اور تنویر نے حاجی مظفر محمود کے ساتھ اپنی گفتگو کی تمام تفصیل

سنائی۔

ویری گڈ تنویر۔ مجھے بہت خوشی ہوئی کہ تم اپنی آنکھیں اور کان

کھلے رکھتے ہو۔

اور تنویر کا سینہ پر سن کر خوشی اور فخر سے چول گیا

تنویر تم ایسا کرو کہ نئے میک اپ میں حاجی مظفر محمود کی عزائی کر

اور اگر کوئی خاص بات ہو تو واضح ٹرانسکرپٹ پر مجھے رپورٹ سے دینا

اور تنویر نے اس کے سر کیہ گرافون رکھ دیا اور فون بوتھ سے باہر

نکل آیا۔

چراس کی کار میں ریٹھی ہوئی سڑکی کے کنارے پارکنگ گنی



پہلے سچو لڑکی شاندار دکان پر گاہکوں کی کافی بھیڑ تھی اور دکان
میں اندر بیٹھ سیر میں بڑی مستعدی اور پھرتی سے گاہکوں کو سوسنے
کے لیے جھلکی کرتے ہوئے زیورات ڈبوں سے نکال نکال کر دکھاتا ہے
کے لیے لڑکی دکان زیورات کے سلسلے میں ملک کے طول و عرض
کے ساتھ ان کے دل ایسا تھا اور جدت کو پہلے نمبر پر جگہ دیتی تھی
اس لیے ان کے اعتماد کو کبھی شک نہیں پہنچتی تھی۔

اس لیے سب محل دکان گاہکوں سے پُر تھی۔ کافی تعداد میں مرد اور عورتیں
ان کے ساتھ ہی تھیں۔ چند لوگ دکان کے شوکیسوں میں جھکتے ہوئے
تھے۔ ان میں عورتوں کی تعداد
بہت زیادہ تھی۔ ایک ایک گاہک ہر طرف دیکھتی سی رہتی تھی۔

اُدھی تو اس رنگینے سے ملنے اٹھانے کی کبھی سوچ بھی نہ سکتا تھا۔ یہ وہ
کی دنیا ہے اور اُمیر تھا اس کی بھی خوش رہ سکتے ہیں۔

دکان کے باہر ایک لمبی کسی کارا کر رکی اور ایک نوجوان مرد جس نے
پکڑے اور بہترین تراش کا سوٹ زیب تن کر رکھا تھا۔ اُنھ میں ایک اور
تیزی سے سبز حیاں چڑھتا ہوا دکان میں داخل ہوا۔ وہ سیدھا منیر کے پاس
اور وہ اس کے سامنے رکھ دیا۔

فرمائیے۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔

منیر نے خوش اخلاقی سے پوچھا۔

یہ ڈاٹر کھال کر دیکھئے۔

نوجوان کا بھر جلی تھا۔

منیر نے مچا لیجے کی تھکی کوسوس کر لیا۔ لیکن اس نے بکاتے ہوئے

دینے کھا ہر کھال لیا۔ اس میں ایک انتہائی خوبصورت اور پشاجنگ
کر رہا تھا۔ ہر انتہائی خوبصورت اور قیمتی تھا۔

منیر نے ہار کو غور سے دیکھا لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ یہ کیا
کیا چاہتا ہے۔ اس نے دوبارہ پوچھا۔

یہ ہار

یہ ہار پر سونے کی گیم آپ کی دکان سے لے گئی تھیں۔ نوجوان نے پوچھا

دکان میں کہا۔

اچھا۔ پھر

اب منیر بھی اکتا گیا تھا۔ کیونکہ اس نے دوسرے لاکھوں کو بھی چننا تھا۔
یہ ہار نقل ہے۔

نوجوان نے سپاٹ سیٹ میں کہا۔

لیکن منیر کو یوں محسوس ہوا۔ جیسے ہم پھٹ پڑا ہو۔ ساتھ کھریے سونے
کا کبھی بھی چنگ پڑے اور اب سب اُنھیں چھاڑ چھاڑ کر اس ہار کو دیکھ
دے تھے۔ جیسے وہ اس صدی کا عجوبہ ہو۔

اس نوجوان کے ہون پر ذہنی مسکراہٹ تھی۔ ایسا محسوس ہوا تھا
جیسے وہ لوگوں کی حیرت سے محظوظ ہو رہا ہو۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

منیر منیر کو قد سے جوش آیا تو وہ ہرلا۔

آپ کے سامنے ہے۔

دکان میں پہلے ہی گئے لوگوں نے زیورات سے ہاتھ کھینچ لئے۔ دکان
کے ایک پہلے حال تیزی سے منیر کے پاس پہنچے اور پوچھنے لگے کہ کیا بات

ہے

جواب یہ نوجوان ہار لے گئے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر سونے کی ہیرے

یہ ہار یہاں سے لے گئی ہیں۔ اب یہ کہتے ہیں کہ یہ نقلی ہے۔
شیخ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔
نقلی ہے۔

سیٹھ نے حیرت سے ہار کو اٹھاتے ہوئے کہا۔ سکر سے دیکھنے پر
سیٹھ نے محسوس کر لیا کہ ہار واقعی نقلی ہے لیکن بڑی خوبصورتی سے بنایا
گیا تھا۔

محلات کیجئے۔ کیا آپ ہماری اکان کا جاری شدہ کیٹل میمورڈکھا سکتے ہیں
سیٹھ نے فوراً ان سے کہا۔
ہاں دیکھیے۔

نوح ان نے جیب سے کیٹل میمورڈ نکال کر سیٹھ کے سامنے کر دیا۔ سیٹھ
نے فوراً سے کیٹل میمورڈ دیکھا۔ کیٹل میمورڈ واقعی ان کی اکان کا تھا اور ایک ان
پسے مادی کیا گیا تھا سیٹھ نے پکارا گیا کہ یہ سادہ گہایت۔ ہار واقعی ان کی اکان
سے فروخت کیا گیا تھا لیکن یہ ہار نقلی کیسے بن گیا۔
یہاں اسلئے ابابڑ کہاں ہے۔

سیٹھ نے فوراً ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

کیا مطلب۔ یہی ہارست اور یہ نقلی ہے۔ اچھے اچھے میں ہے کہ آپ
میں ہر وقت ہمیشہ دانت کا پیٹہ میں ادا مال نقلی فروخت کرتے ہیں۔ آپ

میں ہر ہار واپس کر کے اس کی رقم لوٹا دیجیے۔ وہ نہیں پڑیس کرالیا
کہ وہوں کا اور پھر آپ کی یہ دیانت اور شہرت خاک میں مل جائے گی
جو ان نے انتہائی تمکن سے سوچا۔

آپ مجھے بیک میل کرنا چاہتے ہیں۔ اصلی ہار کے بدلے میں نقلی
لہذا واپس کر رہے ہیں۔
سیٹھ نے بھی تمکن سے کہا۔

اور پھر شیخ سے مخاطب ہو کر کہا۔

فہمناہ لیس کو فون کرو۔ اچھی معاملہ ہاتھ ہو جاتا ہے۔

یہ سن کر نوح ان کے چہرے کا رنگ ذرا بدلا لیکن جیسے ہی شیخ نے آگے
آگے بڑھ کر فون کو ہاتھ لگایا۔ نوح ان دو قسم کیچے جہاں اب اس کے ہاتھ
ان کی دھاری اور چمک رہا تھا۔ اور چہرے پر کڑخی اور ہشتی چمک رہی تھی
اس کے ہاتھ میں ریوا لود دیکھ کر سب چونک پڑے
یہ ہار جو کس نے حرکت کی۔

ایمان نے چیخ کر کہا۔

پھر وہ لوگوں کی حیرانی کی حد نہ رہی۔ جب انہیں اپنے چہاروں طرف چلا
اور ایمان انہوں میں پستول لئے کھڑے نظر آئے حیرت سم گئیں۔
وہ اتنے جلد سے اس حرکت کھڑے تھے۔

نہرو۔ تم دکان کا دروازہ بند کر دو۔

اس نوجوان نے جو ان سب کا سرخندہ معلوم ہوتا تھا۔ ایک پستول
بردار نوجوان کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔

اس نے آگے بڑھ کر پھرتی سے دروازہ بند کر دیا۔ نوجوان کے
ایک ساتھی نے آگے بڑھ کر شوکیسوں اور کاؤنٹروں میں رکھے ہوئے زلوٹ
کے ڈبے نکال نکال کر کاؤنٹر کی سطح پر رکھنے شروع کر دیے۔

ایک نے بڑھ کر تجوری کا دروازہ کھولا اور اس میں پڑے ہوئے
دوپٹے اور شالیں سونے کی ڈیاں نکالنی شروع کر دیں۔

سیٹھ جیل ٹکڑے دیکھ کر سے تھے لیکن جان کے خوف سے چپ تھے
سب سب مال سمیٹا جا چکا تو ایک نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا اور
سامان کا گھڑا اٹھا کر گاہ میں رکھی اور باقی لوگ بھی آہستہ آہستہ
کی طرف کھینکے گئے اور پھرتی سے دکان سے اتر آئے۔

ان کے سرخندے نے ایک گارڈ جیب سے نکال کر سامنے پھینکا لیکن
ابھی وہ دکان سے باہر نکلا کہ سڑک پر پولیس کی دینگیں آکر دی
چلنے کی آوازیں آئے تھیں۔

اس نوجوان نے لپک کر کار کا دروازہ کھولا اور اندر گھس گیا پھر
انھوں نے گریباں پھینک دیں۔ انھیں دھڑا دھڑا بند ہوتے گئے۔ یہ سب

کروڑوں کے ساتھ ساتھ والے دکاندار نے اپنا ایک دکان بند ہوتے
دیکھ کر یہ احساس کیا کہ شاید کوئی گراہڑ نہ ہو۔ اس نے یہی سوچ کر
بہت جلد ہی اب دونوں طرف سے گولیوں کا ہوا ہوا ہوا تھا۔ پھر گولیوں کی
آوازیں رسائی ہوئی تیزی سے سڑک پر دوڑنے لگی۔ اور پولیس دینگیں
بھی چلنے لگیں۔

ان کا سامان گریباں آواز میں نکل رہا تھا۔ اب زور و شور سے تھپتھپ

پولیس دینگیں کی کار ایک سڑک پر مڑ گئی۔ پولیس دینگیں کی اسی طرف
سڑک سامنے سے کی طرف ہائی تھی اس سے اکیلے وہاں تھی۔
لوگوں کے ہاتھوں میں گریباں نہیں لگ رہی تھیں۔ کیونکہ ان پر
انہوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ شاید گاہروں نے اس کار میں کوئی خاص
شے ڈال رکھا تھا۔ اب گریباں برساتا بند ہو گئی تھیں۔ صرف گاہروں کے دھڑکے
سنائے جانے لگے۔

لوگوں کی کار پولیس دینگیں سے کافی آگے تھی۔ اپنا ایک کار کی رفتار
بڑھانے لگی۔

پولیس دینگیں پر اسی تیز رفتاری سے مڑ گئی۔ پولیس کی دینگیں بھی
بڑھانے لگی۔ اس سے پتہ چلتا تھا کہ سڑک پر ہائی سڑکوں کے

آخر سے گزرتی تھی۔ پولیس کی کار جیسے ہی موڑ مڑی سامنے ہی
 بموں کی کار کھڑی تھی۔ پولیس کی کار اس کے ساتھ جا کر رک گئی
 سپاہی بندو قیں سنبھالتے ہوئے نیچے اتر آئے۔ وہ سب پولیس کی
 لکڑی نیچے اترے تھے۔



لیکن ان سب کی احتیاط بیکار تھی۔ کیونکہ محرموں کی کار خالی تھی۔
 شاید ذخیرہ میں گیس گئے تھے۔ جہاں سے انہیں گزرتا کرنا تھا، لیکن
 اور دیکھتے وہ کہاں سے کہاں تک پہنچ گئے تھے۔ سپاہیوں کے ساتھ
 ایک سب انسپکٹر بھی تھا۔

انہوں نے دار لیس پر پولیس ہیڈ کوارٹر کو بینام توڑ سے
 دے دیا تھا۔ اس لئے انہیں امید تھی کہ پولیس کی کار دھڑکیب ڈان
 والی تھی۔ سب انسپکٹر کو دیکھ کر یہ قد سے اطمینان ہو گیا تھا کہ جیل
 سے تو نا ہمالی ابھی کار میں موجود تھا۔ لیکن اہلک ان پر بڑے
 طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔

چار سپاہی تو پہلے باز میں ہی اُمیر ہو گئے۔ اُمیر نے گدوں کی آواز
 لینا چاہی مگر محرم دونوں طرف چپے ہوئے تھے۔ اس لئے سب انسپکٹر
 اور وہ سپاہی دوسری باز میں لٹم ہو گئے۔ سپاہیوں کے مرتے ہی
 درختوں کی آڈ سے نیچے اتر کر ان کے کار میں سہلے ہو کر اتر آئے۔

دو جیل میں ایک جہاز پر بس بیل میں وہاں گیسٹ میں گم رہی
 اس میں تو میں گھومتے ہوئے دو لکھنے ہو چکے تھے۔ لیکن اس
 اس کی مشکوک نہیں تھی تھی۔ اب وہ گھومتے گھومتے بد ہو چکی تھی۔
 ان جہاز کو کسی اچھے سولہ میں مینڈ کر کھا کھائے اور ایک آٹھ
 کے لئے لے کر گئے۔
 یہ وہ اہلک کس لکھنے تک نہیں پہنچ سکی تھی۔ اس لئے مسلسل
 یہی تھی۔ اہلک اس کے کپڑے کی ایک بیت بڑی دوکان کے
 تھے۔ یہی تھی کار رکنے والی۔
 ان کے ساتھ سراسر جلی کار سے اتر کر دوکان میں اعلیٰ سولے

سراحد علی وزارت داخلہ میں سیکرٹری تھے۔ اسے دیکھتے ہی جو لیا کے ذریعہ
برادر منظم گھوم گیا۔ جب ایکسٹو نے عمران کو سراحد علی کی نگرانی کے لئے
کہا تھا لیکن بعد میں اسے کچھ معلوم نہ ہوا۔

جو لیا بھی چپک کر دکان میں داخل ہو گئی اور کپڑوں کے مختلف ڈیزائن
دیکھنے لگی۔ دکان میں کافی رش تھا۔ جو لیا نے دیکھا کہ منیجر سراحد علی سے
بڑے بڑے اسرار انداز میں گفتگو کر رہا ہے اور چہرہ ان کو نیکر اندر
بٹے ہوئے کیس میں چلا گیا۔

جو لیا نے لاکھ تدبیریں سوچیں کہ کسی طرح ان کی گفتگو سن لے
لیکن یہ سب کچھ ناممکن تھا۔ چنانچہ وہ مجبوراً دکان میں کھڑی ڈیزائن دیکھتی رہی
تھوڑی دیر بعد سراحد علی منیجر کے ساتھ کیس سے باہر نکلا۔ سراحد علی
نے منیجر سے بات چلتے ہوئے کہا۔
اچھا۔ بس اس کا خیال رکھیے۔

اور گئے

منیجر نے کہا اور سراحد علی نیز ترتر قدم اٹھاتے ہوئے دکان سے باہر
نکل گئے۔ ڈرائیور نے ادب سے دروازہ کھولا اور گاڑی آگے آگے
چل پڑی۔ جو لیا بھی ڈیزائن چھوڑ کر چہرے پر مایوسی کا اظہار کرتے باہر نکل
آئی۔ جیسے اسے اپنے مطلب کا کوئی ذریعہ نظر نہ آیا ہو۔

سراحد علی کی گاڑی ابھی تھوڑی دیر میں تھی کہ ٹکڑ ٹکڑ لگا کر رش تھا
اس نے گاڑی آگے آگے آگے پل رہی تھی۔ جو لیا نے ان کا تعاقب کا
کہا۔ اور ایک کرایہ دار گاڑی ایک ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔

اس نے ڈرائیور کو ہدایت کی کہ سفید اسپاہا کا تعاقب کرے
نہیں بلکہ صاحب۔

ڈرائیور نے قدم سے ہٹ کر انداز میں کہا

مجھے سے شرم میں اور آگے چلے گا کہ اور سیرے درمیان ایک ٹکڑی
ہو گئی ہے۔ میں ان کی مصروفیت دیکھ کر اس منظر سے لالہ لڑکھائی

جو لیا نے تفصیل سے اسے بتا کر غصے کر دیا

اس نے ایسا کر دیکھا دیکھا دیکھا کر خاموش ہو گیا۔ اس نے ٹانے
پر ہاتھ رکھے گاڑی سٹارٹ کی جیسے کہ راجہ۔ بڑے لوگوں کی باتیں بھی
سننے کی ہوتی ہیں۔

اس نے دیکھا کہ سفید اسپاہا کے پیچھے چل رہی تھی ان کے درمیان ایک
گاڑی تھی۔ ڈرائیور شاید تعاقب کے سلسلے میں کافی مشاق معلوم ہوا تھا
اس نے درمیانی گاڑی سے ٹیکسی آگے بڑھانے کی کوشش نہ کی
اس کے ہاتھ والی گاڑی میں بیٹھے ہوئے صاحب کو تعاقب کا شک تھا۔

تھوڑی دیر میں اچالا وسیع اور قدرے صاف سڑک پر مڑ گئی اب
اس کی رفتار میں بڑھائی تھی۔ ٹیکسی کافی فاصلہ سے اس گاڑی کے پیچھے لگی
ہوئی تھی۔

یوں چوکنی بیٹھی متواتر آگے جانے والی گاڑی کو دیکھ رہی تھی۔ جب
وہ شہر میں داخل ہوئے تو اسے ایک ہسپتال پر محذور نظر آیا۔ جو لیانے ڈرائیو
اکسڈر کے پاس ٹیکسی روکنے کو کہا۔

چم جیسے ہی مسٹر کے نظر ٹیکسی میں بیٹھی ہوئی جو بیابا پر پڑی۔ وہ پک کر
اس کے پاس آیا۔ جو لیانے آہستہ سے دروازہ کھول دیا اور مسٹر کو اندر بیٹھنے
کے لئے کہا۔

ٹیکسی ڈرائیو نے جو بیابا کا اشارہ پا کر ٹیکسی چلا دی

مسٹر اچالا بہت آگے ایک سڑک پر پہنچی تھی۔ جلد ہی وہ لکڑیوں سے اوجھل
ہو گئی۔ لیکن ٹیکسی ڈرائیو نے رفتار انتہائی تیز کر لی اور پھر سڑک ملتے جلتے میں
اور باقی رہی اچالا نظر آگئی جو لیانے اس دھان سے گواٹلش میں تمام
تفصیل بتا دی۔

مسٹر نے کہا۔

”جو لیابا سکتا ہے عمران کو یہ سب کچھ پہلے سے ہی معلوم ہو۔ موت کہی
ایک سال پہلے۔“

ایک بات نہیں۔ میرے خیال میں اس کی حالت پھر اس طرح پیش آئے

تاکہ عمران ان میں پھنس کر اس طرح توجہ دے سکے۔

ہر شے سے پہلو کھینچ رہی ہو یا برسرِ جانے گا۔

جودہ بیابا سر کر اچالا کی طرف دیکھنے لگی۔

تھوڑی دیر بعد اچالا دار الحکومت سے دور ایک دیران پہاڑی کی

بلوٹائی پہ پہنچی جے برگ دیو تھی۔ یہ صدیوں سے اس طرح

رہ چکی تھی اور پھر نہیں دار الحکومت سے اتنے نزدیک ہونے

سے اس قدر محنت لے اس پر تو حیرت کیوں نہیں کی تھی۔ نہیں تو یہ ایک بہترین

گھرانے کی جگہ تھا۔

ایسا اتم نے آج کا انتخاب

مسٹر نے کیا تھا۔

جیسے لیا کوئی خاص بات ہے۔

ایسا نہ جانتے ہوئے کہا

”اب شغل پابا اوچھے ہستیاروں پر اترا آیا ہے۔ کل اسی کے گروہ نے

وہاں کے مشیر جے جے جیسیل پر رز کی دکان پر دن و آڑے ڈاکر لیا

خاص طور پر رات نکال کر لے گیا اور وہیں اپنا کارڈ بھی چھڑا گیا

جس پر شوگ پانا سکھا ہوا ہے۔

پولیس کو اطلاع نہیں ملی تھی۔

جو یانے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

پولیس نے تو ان کا تعاقب کیا لیکن ساحل سمندر کے نزدیک ذخیرے
میں انہوں نے پولیس کے سات سپاہیوں اور ایک سب انسپکٹر کو شتم کر دیا
اور خود وار ہو گئے۔

سمندر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

جیسا کہ بات ہے۔ اتنا بڑا جرم اور اس طرح معمول ڈاکے مارنا پیر
معلوم نہیں۔۔۔ ویسے مجھے اس میں کوئی بڑا راز معلوم ہوا ہے
صاحب اب۔

پہلے ڈرائیور نے ان کی ملوث سکوا کر لی تھا اور وہ دونوں چمک
پڑے۔

گو کہ ڈاکہ تو ان سے منسوب تھا۔ اپنا اپنا ہالی کے اٹمن میں
رک گئی تھی اور ڈاکہ تو مزید بات یہاں پایا تھا
تم میں ایک ہفت کے نیچے رک کر ہمارا انتظار کرو۔

جو یانے ٹیسی ڈرائیور سے کہا۔ ہم ابھی آتے ہیں۔

ڈاکہ تو نے ٹیسی ایک سائیڈ میں روک دی اور وہ دونوں پھرتی سے

چہ اترتے

پہلے وہ ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ڈاکہ ڈالے بستے کیسے پڑی
اور ان کے ہاتھ تھے جیسے ایک خوش باش جو راز اپنی من مانی سے
کسی سے شایہ وہ اس طرح کی ایکسٹنک اس لئے کرتے تھے کہ
یہ وہی گوان پر شوگ ڈنگ ہے۔

ڈاکہ تو یہ میں اس حالت میں دیکھ لے تو کیا کر گزرتے۔

سمندر نے جیسے ہوئے جو یہاں کی ملوث دیکھا۔

جو یہ اور تو بڑا احمق ہے۔

جو یہ لڑتے سے ہرٹ سکڑتے ہوئے کہا۔

مگر وہ اپنے دل سے کہہ رہا ہے۔

سمندر نے جیسا کہ مزید چھیڑتے ہوئے کہا۔

سمندر نے آگ چھیڑ چھا کے موڑ میں تھا۔

اسٹیم اس چھلنے ایکسٹنک ایسے نکلے آدمی کیوں نکلے میں

کہتے ہیں۔

ہاں انہی معلوم ہوتے ہیں۔

سمندر نے دیکھا کہ آدمی کام کا ہے۔ بس عشق نے ناب نگار

جو مشورے لکھا انکھا اور جو یہاں کھلا کر ہنس پڑی۔

دیے عمران اس کی مٹی بہت پمید کرتا ہے لیکن وہ ایسا ڈھیٹ ہے
کہ پھر بھی باز نہیں آتا۔

جوید نے مندر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

ہی انہی باتوں سے تحریر کا جی جلتا ہے کہ تم عمران کی تقریریں کرتی
رہتی ہو۔

مند نے شرارت خیزی آنکھوں سے جوید کو دیکھتے ہوئے کہا اور
جوید مسکرا کر رہ گئی۔

اب وہ دونوں امپالا کے نزدیک پہنچ چکے تھے۔ اجلوں نے اچلتی
جوتی نگاہ امپالا پر ڈالی۔ وہاں عرف ڈراپتور تھا۔ وہ سنگریٹ پر کھ
رہا تھا۔ سراج علی غائب تھے۔

ڈراپتور نے ایک گہری نظر ان دونوں پر ڈالی۔ چہرہ کچھ سوچا کر مسکرا
پڑا اور زور زور سے ناچکچور سنائی میں سنگریٹ کے کٹھ پتے لگا۔

مند نے دیکھ کر مسکرایا اور پھر وہ دونوں آگے بڑھ گئے۔ اب پہاڑی
کہ پہاڑی اُسی تھی۔

سراج علی کہاں جا سکتا ہے۔

جوید نے پوچھا۔

”سلیم نہیں۔ ویسے یہاں سراج علی جیسے آدمی کا آنا دراز سے محال

ہوتا۔ مندر نے جواب دیا۔

وہ آہستہ آہستہ پہاڑی پر چڑھ رہے تھے۔ غمزدگی ویرانہ وہ

پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ چکے۔ وہاں سے انہوں نے دیکھا تو پہاڑی کی

پرل وندھان پر ایک چھٹا سا پرانا مندر تھا جو ویران معلوم ہو رہا تھا۔

میرے خیال میں سراج علی اسی مندر میں گئے ہوں گے۔

جوید نے دسے دی۔

”کیوں“

مند نے پوچھا۔

”یونکہ اس کے علاوہ اور ایسی جگہ یہاں نہیں ہے جہاں سراج علی

جا سکتے ہیں۔“

”لیکن اس کا مندر میں کیا کام ہو سکتا ہے۔“

یہ تو مندر میں جا کر ہی معلوم ہو گا کہ اصل حقیقت کیا ہے۔

چودہ آہستہ آہستہ مندر کی طرف بڑھتے گئے مندر پر کھڑے دیوان

تھا۔ وہ پہلے تو مندر کے پاس سے جوتے ہوئے گزر گئے۔ کالی دور جا کر

”پہلی دروازے۔“

پہلے خیال میں مندر کو اندر سے چیک کرنا چاہیے۔

مند نے راستے دی۔

لیکن جہاں مندر میں یوں اچانک چلے جاتا ہمارے لئے خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔ جو یا نے دانے دیتے ہوئے کہا

”تو پھر تم یہیں ظہر میں اندر جاتا ہوں اگر کوئی خطرے والی بات ہو تو ایجنسٹ کو راج شامیر پر اطلاع دے دینا۔“

یہ ٹھیک ہے۔ ہم دونوں کے بیک وقت چھنس جانے کی بجائے ایک آدمی کو ہی اندر جانا چاہیے۔

اور صفہ تیزی سے بٹھتا ہوا مندر کی طرف بڑھ گیا۔ اور جو یا ایک بٹھ کر کی ارٹ میں بیٹھ گئی۔ صفہ نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ آستے سے مندر میں داخل ہوا۔ مندر میں داخل ہوتے ہی ایک چھوٹا سا گرو نظر آیا۔ اس کی حالت قحط چاروں طرف نگاہوں کے جانے تھے۔ گرو آستال شستہ حالت میں تھا۔ لیکن صفہ فرش پر قدموں کے سات نشانات دیکھ کر چونک پڑا۔ وہ سمجھا کہ سر احمد علی یہاں آئے ہیں۔

اب وہ محتاط ہو گیا۔ جیب میں پڑے پستول پر اس کی گرفت مضبوط ہو گئی۔ اس چھوٹے کمرے کے آگے ایک دروازہ سا گرو نظر آیا۔ صفہ احتیاط سے اس میں داخل ہو گیا۔ اس کمرے کی حالت بھی پہلے کمرے کی سی تھی۔

اس کمرے کے درمیان میں ایک بڑی سی پوائی ہوئی ڈی تھی جس کی

کچھ تھی لیکن وہ خالی تھی۔ ایسا محسوس ہوا تھا جیسے اس کی آنکھ میں پتھر تھا۔ بعد میں کسی نے نکال لیا تھا۔

زہن کے نشان اس موڑتی ٹنگ آکر ختم ہو گئے تھے اس نے صفہ کو گرا کر مرنے سے کوئی راستہ کسی خفیہ جہاز کے لئے ٹنگ جاتا ہے وہ اچھی دیکھ رہا تھا۔ سی گرا کر ابٹ ہوئی۔

صفہ پرنل سے مرنے کے پیچھے چھپ گیا۔ مرنے سے اس کے دو گھڑوں پر قبضہ ہو گئی اس میں سے سر احمد علی باہر نکل آئے۔ اور مرنے کے بارہ بیٹھ گئے۔ سر احمد علی نے جیب سے دھال نکالی کہ کوئی گرو کو گرو کے جیب میں رکھ کر وہ پلٹے لگا تو اس کی نظر اپنا ٹنگ فرش پر پڑا۔ صفہ چھپ پڑا۔ کیونکہ ان کے قدموں کے ساتھ ساتھ دوسرے کے نشانات بھی سات نظر آ رہے تھے۔

سر احمد علی سمجھ گئے کہ کوئی شخص اندر داخل ہوا ہے اور اچھی ٹنگ اس جگہ پر ہے۔ کیونکہ اگر وہ باہر گیا ہوتا تو وہ اپنی کے نشانات بھی لگا دیتا۔ سر احمد علی نے پرنل سے دیا اور نکالا اور اندر داخل ہو گیا۔

صفہ بیچ ٹنگ کی منہ رسلے سو پا کر اب بھی وقت بنے نہیں بے خبری سے بیٹھ رہا تھا۔ اگر ان کا دواؤں مل گیا تو ساری جاگ دواؤں وصول ہو جائے گی۔ جس پر سر احمد علی نے نشانات صفہ کی طرف پہلے صفہ دیکھے۔

کر مورتی کے عقب سے بیکار
"ہینڈ زاپ"

مسند کی گردبار کو از سنائی دی

اور مسند کے یو اگلی کی چھین پشت پر مسوس کی تو انہوں نے اُس
سے ریلو اور نیچے گرا دیا۔ لیکن پھر بیٹے سے ریلو اور مسند کے باقی سے
گیا کہ عکس سر احمد علی مسند کے وقوع سے بھی زیادہ چھوٹا ثابت ہوا۔ انہوں
اچھل کر یکدم لٹ ماری جم مسند کے ریلو اور پر پڑا۔ اور ریلو اور مسند کے
باقی سے نکل کر دور جا پڑا۔

اس سے پہلے کہ مسند اس ناگہانی حملے سے سنبھلا، سر احمد علی کی
دوردار کہ مسند کی کینپلی پر پڑا۔ اور مسند گئے ہوئے شیش کی طرح زخمی
اگرا۔ پہلی ضرب سے اتنی تندر دار تھی کہ مسند جیسا قوی اللہ تو ان شخص
میں ڈوب گیا۔ یقیناً سر احمد علی گینڈے جیسے قوت کے مالک تھے
مسند کے نیچے گرتے ہی انہوں نے جھک کر اپنا ریلو اور اٹھایا اور
نے مسند کو بٹھا کر دیکھا۔ جب اس کی طرف سے اٹھیا تو اس
نے مسند کا کمرے میں پڑا اور ریلو اور اٹھایا ایک لمحہ کے لئے اسے
کر دیکھا پھر اس کو ریب میں ڈال دیا۔ پھر انہوں نے مورتی کی آنکھ میں انگو
ٹھکانی انگوٹھ سے مورتی سامنے سے دو گھول میں منقسم کر گئی۔

سر احمد علی نے مسند کو اٹھایا اور کندھوں پر ڈال دیا اور مورتی میں گھس
نے ان کے اندر جلتے ہی مورتی دو بارہ اپنی اصلی حالت پر آگئی مورتی کے
بالے بے ہوش تھے۔

وہ تیز سی سے زینے اترتے چلے گئے۔ زینے ایک چھوٹے سے ڈال
پہن کر اترتے ہوئے اس ڈال کی سجادے اور خوبصورتی دیکھ کر کوئی بھی نہیں کہہ
سکتا کہ یہ ایک دیران سے مسند میں واقع ہے
ان کے اندر داخل ہوتے ہی ایک جسم اور تھوڑا اور شخص ایک چھوٹے
حصہ اس سے اندر داخل ہوا۔ اس نے حیرت سے سر احمد علی کی طرف
دیکھا۔

حیرت ہے۔ یہ کون شخص ہے؟
اس نے حیران ہو کر پوچھا۔
سراپہ آدمی مورتی کے پاس چھپا ہوا تھا۔
دراحد علی کا مہر بڑا مہربان تھا۔
سر احمد علی نے مسند کو کندھے سے آرا کر فرش پر ڈال دیا
مسند اس تک بے ہوش تھا شاید چوٹ انتہائی شدید تھی۔ دوسرے
انہوں نے مسند کو خود سے دیکھا
"شاید یہ ایک اب مہر ہے۔"

نیک اپ :

سراحد علی حیران ہو کر پوسے ۔

ذرا الماری سے ایوٹیا کی بوتلی نکال لادو ۔

سراحد علی ہال کے کونے میں رکھی ہوئی ایک بڑی سی الماری کی طرف
بڑھ گئے انہوں نے دہان سے بوتلی نکالی اور واپس ہوسے ۔

اس کا چہرہ اس سے صاف کر دے ۔

سراحد علی نے ایوٹیا سے صند کا میک اپ صاف کر دیا اب صند

کا اصل چہرہ سامنے تھا ۔ ایوٹیا منہ پر پڑے ہی صند پر ہوش میں آ گیا تھا

اسے ہوش میں آنادیکھ کر لیم شیم آدمی نے حیب سے پستول نکال

لیا ۔ صند اٹھ کر بیٹھ گیا ۔ وہ اب بھی سر کو تھک دیا تھا ۔ پیچھے آنکھوں کے

سامنے پھلائی ہوئی دھند کو صاف کر دیا ۔

یہ تو وہی آدمی ہے جو ہماری منہ سے نکل گیا تھا ۔

سراحد علی نے صند کو اصل روپ میں پہچان لیا ۔

لیکن یہ یہاں کیسے آ پہنچا

دوسرے آدمی نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا

یہ تو میں بھی حیران ہوں ۔

سراحد علی نے کہا ۔

اس کا مطلب ہے کہ یہ اڈہ بھی اب حضور نہیں رہا ۔

دوسرے آدمی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا

وہ کتاب ہے یہ اتفاقاً یہاں آ گیا ہو ۔

سراحد علی نے دانتے دی

نہیں ، یہ ناممکن ہے ۔ یہ واصل تو ہمارے لیے بھیجا کرتا ہوا یہاں تک آیا ہوگا

اسی آدمی نے سراحد علی کو گھور کر دیکھے ہوئے کہا اس کی آنکھیں جھٹکے

تھیں

لیکن ۔۔۔

چہرہ ۔

سراحد علی کے خیرہ شکل کونے سے پہلے اس نے کہا ۔ اور سراحد علی ہلش

ہو گئے ۔ اس آدمی سے بعد مر رہے تھے ۔ اس آدمی نے چرتی سے دیکھا اور

کہا کہ صند کے سر پر دے مارا ۔ جو جبرانی سے اس ہال کو دیکھ رہا تھا ۔

صند پر پڑے ہی پر پہلے ہوش ہو گیا

اس کے دوسرے ساتھی بھی یہیں پاس ہوں گے ۔ اس آدمی نے کہا

وہ سراحد علی کو تک پڑے

وہ کتاب ہے ۔

انہوں نے کہا ۔

جیس لوہا اسی اڈ سے کو تباہ کر کے نکل جانا چاہیے۔

کہہ کر وہ فرما سوچا بڑی طرف بڑھا۔ شاید وہاں ڈالنا مایہ سہم
انہوں نے پہلے ہی لگا دیا تھا۔

میں ٹائم سیٹ کرتا ہوں۔ تم الماری سے ضروری کاغذات نکال لاؤ۔

اس آدمی نے سراج علی سے کہا۔

ظہر۔ پہلے نمبر سے ٹائم سیٹ کرو۔

نیٹے کی طرف سے آواز ابھری

اور وہ دونوں اپنی اپنی جگہ خشک کر دک گئے۔

عمران اُسے سے اتر کر نیچے آگیا۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں دو راج اور

بلکہ بے سے دراصل جو یا کہ مفاد کا انتظار کرتے کرتے کافی دیر ہو گئی تو اس

نے منبر کے احساس کے دایر فراموش کر دیا۔

عمران کال سننے ہی وہاں پہنچ گیا کیونکہ اسے حد شد تھا کہ کسی مفاد کسی

خلیے میں نہ پھنس گیا ہو پھر عمران اپنی ذہانت سے سوچی کے دار بے اندر آ

پہنچا۔ وہ اس وقت اندر پہنچا جب صندوق دروازہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ اگر عمران

بروقت وہاں پہنچ جاتا تو صندوق بھی اس مندر کے ساتھ ساتھ ختم ہو جاتا ہوتا

سراج علی نے عمران کو دیکھتے ہی ہاتھ جیب میں لے جانا چاہا۔ ابھر عمران

کے راج اور کی گولی اس کے کان کے پاس سے نکل گئی۔

ہاتھ جیب سے دو روٹھو اور نہ دو سوچی گولی رماخ میں روشتہ ان ہمارے گی

عمران کی آواز میں سفاکی کا عنصر غالب تھا۔

ابھر سراج علی خشک کر دک گیا۔

جواب۔ تم ان دونوں کی جیبوں سے راج اور نکالو۔

عمران نے جواب کو حکم دیا۔

جواب پہلے اس لیم شیم شخص کی طرف بڑھی۔ جواب اس کی طرف سیدی مہاری تھی

میں ہاتھ پہنچنے ہی تو عمران نے پتہ کر کہا۔

وہ اس کی پشت پر جاؤ۔

جواب اپنا لٹھی سرسرس کر کے خشک ہو گئے۔ کیونکہ اس آدمی کو ایک شہری

روح ہی پہنچ تھا اس کا ایک بھاری جرم ہاتھ جو یا کہ گردن کے گرد پٹ چکا تھا

اسے چھوڑ دو اور نہ میں تمہارے ساتھی کو گول مار دوں گا۔

عمران نے انتہائی سنجیدگی سے لیم شیم آدمی کو کہا۔

راجی خوشی سے مار دو لیکن یاد رکھو تمہاری اس جیب کی گردن ٹوٹ چکی ہوگی۔

یہ کہیں اس آدمی نے جو یا کہ گردن پر بازو کا دباؤ بڑھا دیا۔ جو یا کہی طرح پھنس

ہو گیا۔ عمران نے ہاتھ کی وجہ سے اس کا چہرہ گہرا سرخ ہو گیا تھا اور آنکھوں میں بے چینی

تھا۔

اب عمران جیب کٹ کٹ میں تھا جو یا کہ سولی سے غلطی نے پھنسی ہی ماری

ریوا اور پیچھے پھینک دو ورنہ...

یہ کہہ کر اس شخص نے جو لیا کی گردن پر بازو کا دباؤ بڑھا دیا اور جو لیا کا دباؤ کی
درجہ سے منکھل کیا اور چہرے پر شدید تکلیف کے آثار نظر آئے گئے۔

اب عمران کے سامنے دیوالیہ پھینک دینے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا لیکن کہ یہ
شخص جو لیا کی گردن مرث ایک جھٹکے میں توڑ سکتا تھا اور یہ اس سے بعید ہی نہیں
تھا کہ وہ اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنچا دے۔

اس نے عمران سے ہرج باہا بادی کے متوسلے پر عمل کرتے ہوئے قریب دیوالیہ
پھینک دیا۔

عمران کے دیوالیہ نیچے گرا گئے ہی سر احمد علی نے قہاراً یہ کہہ دیا اور لنگھ کر
عمران کو گود کر لیا عمران نے بنیر اس کے کبے اپنے ہاتھ اوچے کر لئے۔
"بڑے سمجھدار ہو۔"

سر احمد علی نے کہا۔

دوسرے شخص نے عمران کو ہاتھ اٹھاتے دیکھ کر مہربان ہو کر ایک جھٹکے سے
بڑے پھینک دیا اور محمد حبیب سے دیوالیہ نکال باج لیا اس شخص سے ملکر
جو کہ کسی تیزی سے اپنی گردن مسلہ ہی تھی۔

اپنے ہاتھ اٹھا کر لڑائی۔

اور جو لیا نے ہاتھ اٹھائے گرا بیٹھے

تم ان کے ہاتھ باندھ لو۔

اس نے سر احمد علی کو حکم دیا

اور سر احمد علی عمران کی طرف بڑھے۔ وہ پکڑکات کر اس کی پشت کی طرف
ہے کیا چند ہی منٹ بعد عمران اور جو لیا کے ہاتھ ان کی پشت پر باندھے
ہو گئے۔

اس کے سپیشل سالحتی کے ہاتھ بھی باندھے دو۔ کہیں راستے میں اسے ہرست
دیکھ لے۔

سر احمد علی نے بے ہوش پڑنے پر سے سفدہ کے ہاتھ بھی پشت
پر باندھ دیئے۔

عمران کو راستے کا لفظ سن کر اطمینان ہو گیا کہ وہ انہیں نہیں چھوڑ کر نہیں
ہلے گا۔ اپنے ساتھ کہیں اور لے جایا جاسکتے ہیں۔ کچھ ننگے اسے غلو تھا
کہیں وہ منہ کو ڈاسا بیٹ سے لڑاویں اور انہیں منہ میں پھیرا دیں۔
لیکن وہ گداس کے میڈ کو راز بھانا چاہتا تھا۔ کچھ قدرت ستے اسے اس
وقت سے دیا۔ وہ اسٹیمک وہ اندھیرے میں لالک توئیاں بارتا پھر ہاتھ
تھکے میں سر احمد علی ان لوگوں کے ہاتھ باندھا رہا۔ اور سر احمد علی اپنے
"سے ایک کمرے میں لڑنے کے جو یقیناً ٹرانسمیر تھا۔ کسی کو کال کر آ رہا۔"

۱۰ ہیلو۔ ایس ٹو سپیکنگ۔ ہیلو ایس ٹو سپیکنگ

چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایک بھرائی ہوئی آواز آئی
ہیں۔ ایس دن آن دی لائن۔

سر میں ایس ٹو بول رہا ہوں۔

ہم نے دشمن کے تین آدمی اڈہ فیر مار پر گرفتار کئے ہیں
اور۔

اڈہ فیرم پر وہ کیسے۔

سر۔ شاید ایس فائیو کلپ بچا کرتے ہوئے آئے ہیں۔ اور۔

ایس ٹو نے سر احمد علی کو گھر سے ہوتے کہا۔

سر احمد علی کا چہرہ یہ الفاظ سن کر تائید ہو گیا

ایس فائیو یہاں موجود ہے اور۔

ہیں سر اور۔

اسے سیٹ پر حاضر کرو۔

ایس ٹو کے اشارے پر سر احمد علی سیٹ کے سامنے پہنچ گیا

ہیں سر۔ ایس فائیو سپیکنگ۔

سر احمد علی نے کاہلے ہوئے کہا۔

کیا یہ لوگ تمہارا بچہ بچا کرتے ہوئے یہاں آئے ہیں۔ اور۔

میں نہیں اس۔ دیکھ میں کے اپنی طرف

مرد علی کے پریشان ہجے میں کہا۔

تو یہی طرح احتیاط کی جوتی تو یہ بیان تک کیسے پہنچے۔

یہ دن کا بچہ انتہائی بھانک ہو گیا۔

سر

مرد علی کے منہ سے الفاظ نہیں نکل رہے تھے۔

بیر ڈاکو سیٹ پر حاضر کرو۔

ہیں سر۔ ایس ٹو سپیکنگ۔

یہ اسے مائیک احمد علی سے کہتے ہوئے کہا

ایس ٹو۔ تم اور ایس فائیو ان آدمیوں کو لے کر فوراً ہیلڈ کو آرڈر پہنچ

ہو گا۔ میری پوری پوری امید ہے کہ یہاں سے فارغ ہونا چاہتا ہوں۔ سبھی پہلے

آجی جی جی ہے۔ دین ابھی اڈہ فیرم پر پہنچ جاتی ہے

سر

احمد علی

سیٹ کے آواز سن کر بند ہو گئی۔

سر احمد علی کے چہرے پر تازگی آ گئی۔

ابو ہاشم ان تینوں کو اوپر کمرے میں لے جاؤ۔ میں ٹائم سیٹ کر کے

سراحد علی نے عمران اور جوہیا سے مخاطب ہو کر کہا

ابھی عمران کوئی جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ ایسے لوگ اور کادستہ نہ

سے عمران کے سر پر دے مارا۔ دوسری ضرب سے عمران بے ہوش ہو گیا

سراحد علی کے یہی طریقہ جوہیا پر آزمایا اور چند ہی لمحوں بعد دونوں بے ہوش

پڑ گئے



آج اس ملائی سنگری کو بھی پرکپٹیں تشکیل اور تو پر پہرہ دے گئے

تو ایک پرست پر ایک سوٹے انتظام کیا تھا پہرہ دیتے دوسری رات

کوئی ایک کونک کوئی بات سلسلے نہیں آتی تھی۔ کپٹیں تشکیل کو بھی کی اپنی

کھانسی کو بھی کے سامنے ایک سڑک پر پہنچا بیانی کپٹ اور اسے قتل ہوا تھا

تھا

اس سلسلے میں اندر لکیر کا ایک آپ کیا ہوا تھا، اور تھوڑی دیر بعد سر کو اس

ملاک رہا تھا جیسے کسی کی بات کا جواب دے رہا ہو۔

پہلی شکل چست لباس میں ایک گتے درخت پر چڑھ کر کوٹلی کے اندر نظر کیا

تھا ہر طرف ایک جیسا کہ عام روشنی چھائی ہوئی تھی۔ کچھ نیکو کوٹلی شہر سے

گرد آرائی ہوئی گزر جاتی۔ حاجی مظفر کی کوٹھی سے قفسریاتین فرلانگ
دزارت خارجہ کا دفتر واقع تھا۔ جہاں دن رات ملٹری کے فوجیان بیروہ دیتے
تھے۔

ایک تنویر چوک پر ایک کوٹھڑی کے بند سے ایک کار ریگنی ہوئی آ رہی
تھی۔

تنویر نے سر کو اوردنور سے جھٹکا شروع کر دیا۔ کار آہستہ آہستہ تنویر کے
پاس آ کر رک گئی۔ کاریں اندھیرا تھا۔ اس نے تنویر کو معلوم نہ ہو سکا کہ اندر کون
آدمی ہیں۔

یہ فقیر اس سنان رک پر کیوں آ بیٹھا ہے۔
کار سے ایک جاری آواز سنائی دی۔
فقیر بھڑکا۔

ایک اور آواز سنائی دی۔
لے چیک تو کریں۔
اور پھر کار کا دروازہ کھول کر ایک آدمی باہر نکل آیا۔
ای۔

اس نے تنویر سے مخاطب ہو کر کہا۔

ایک تنویر نے جواب دینے کی بجائے سر کو اوردنور سے جھٹکا شروع
کیا۔

اس آدمی نے اب زور سے پکارا۔
ایک۔

تنویر نے اپنا سرخ سرخ آنکھیں کھول کر مخاطب کو دیکھنا شروع کر دیا۔
نے دبانے کو اشارہ کیا۔ نگار کھا تھا۔ کہ اس کی آنکھیں اندھیرے میں
بھڑک رہی تھیں۔

یہ شہر میں جا کر لڑ رہا تھا۔ یہاں نہیں کھیلے گا۔
تنویر نے کیا خیال ہے کہ ہم یہاں کسی سے کچھ لینے کے بیٹھے ہیں
تو ابھی آواز میں جلال تھا اور اس کے ماتھے پر بکری بیٹھ اور منہ لگی

بچو میاں۔ تم فیروں کی رمزیں نہیں مانتے۔ کہیں نہیں نقصان نہیں
ہماری کی آواز میں نرمی تھی۔
اور اس نے آنکھیں بند کر کے سر کو جھٹکا شروع کر دیا۔ وہ آدمی چل
لے دیکھا۔ پھر کار کی طرف ہو گیا۔

ای۔

اس آدمی نے کار کے پاس آکر کہا

چند اہل حق و عارفین

دہلی بھاری بھر کم آوار سنائی دے۔

اور وہ آدمی کار کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ کار دھنکے ہوئی آگے

بڑھ گئی اور پھر تھوڑی دیر جا کر حاجی منظر کی کوٹھی کے سامنے رک گئی۔ کھڑکی

بیہ لیمپ تین دفتر چلے بجھے اور کوٹھی کا دروازہ کھل گیا کار اندر چل گئی۔

نیو یارک ہندو سرگیا

خویشی نے یہاں تک بندھ جوتے ہی اپنے میلے سے کھینچنے کے نیچے

کمال کی مڑھی! میر تال ہی جس میں لڑتے رہے تھے۔ اور کمال کی دکان کیسٹ

تسکيل کم دے گا اس نے گھڑی پھر پھرنے کے پتے دکھادی

یہ نسخہ اسی طرح گزار گئے۔ ایک تنہا چوبیس سال کی عمر تھے کہ

بیچے سے جگہ جگہ کی سڑکوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

گڑھی پھولے کے نیچے سے کافی اور شین آن کر دیا

سیلہ مہیلہ۔ کم آن وی لائن۔ میٹ سے ایکسٹرنل آڈار اہری۔

تویرے کی آواز میں کہا

یہیں۔ "تخویر آن دی لائن۔"

پیش

میں نے کاروبار کو خارج ایجنسی کو سونپ دیا۔

تذکیریں تشکیل کر کے کر کوٹلی میں داخل ہو جاؤ میں بھی وہاں آ جاؤں

حال میں آج عمر مومن کے مقاصد کا ہمیں بخوبی علم ہو چکا ہے گا۔

الحکم کے تشریح کو حکم دیا

کرے سیٹ بند کر کے دوبارہ تعمیریں تشکیل کو کال کیا۔ اور

ایسٹنٹس نے است کو علی کی پشت پر آنے کے لئے کہا۔

آب گھری

پیشتر پر ملائی

ایشان نگین سے کہیں بھی نظر نہ آیا وہ جینے لگے ابھورا

عاجل دست سے کیپٹن شکیل نے اتنا لڑا کہ۔

پھر ہم آئے۔ یہاں سے دیوار دریا

میں نے جو کہ وہاں سے لے لیا تھا

کے لیے جو ان اور کینسر کے تعلق اور اس کے کاموں پر مدد کر رہا ہے

اس کے ساتھ ساتھ اس کے اندر جو کچھ ہے

نکستہ ہونے کے بعد، اس نے دوسرے سوا دواں پر مڑا دیا۔ یہ اس کے لیے

اعمال و امور - - - - -

ہوئے اور دونوں اندر جا پرے۔ چنٹے وہ دونوں وہیں بٹھے رہے۔
انہیں کوئی آہٹ نہ سنا دی۔ کوئی پر مکمل سکوت طاری تھا۔

وہ دونوں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے پورے گھومیں آئے۔ یہاں زیر پاؤں
بلبل روشن تھا۔ جس کی مدھم روشنی پوری ہی تھی۔ وہ دونوں بیٹروں کے بل پڑے
اندر داخل ہوئے برآمدوں میں تین کمروں کے دروازے تھے۔ وہ تو
تھے لیکن ایک کمرے کے دروازے سے روشنی کی پتلی سی بکیر کی ہول سے
باہر نکل رہی تھی۔ وہ دونوں اسی طرف چلے گئے۔ کیپٹن شکیل نے کہا
سے اندر جانا لیکن سامنے ایک پردہ تھا۔ کمرے سے ہلکی باتوں کی آواز
رہی تھی۔

تو ربا تھریس دیواروں سے ادھر ادھر دیکھ رہا۔ وہ پوری طرح چوڑھا تھا
نہ وہ ان سے کہہ سکے۔ دیا تو اس میں ایک معمولی سی دلدل بن گئی۔ اس بات
کچھ کچھ سمجھ میں آ رہی تھیں۔

اپنا ایک کیپٹن شکیل اندر تو ربا کو پک پک سے کہہ کر گھٹ بھٹنے کی بجائے
آواز سنا دی۔ شاید کوئی اندر آ رہا تھا۔ کیپٹن شکیل تیزی سے پیچھے ہٹ گیا
اس نے ادھر ادھر دیکھا لیکن چھپنے کے لئے کوئی جگہ نظر نہ آئی۔ ایک لمحے
لے وہ پریشان ہو گئے۔

پھر کیپٹن شکیل نے تو ربا کو پک پک آواز دی۔ آہستہ سے سامنے

کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ کیپٹن شکیل نے دروازہ دھکیلا اور اندر داخل ہوا تھا
ساتھ ساتھ دونوں دروازہ کھول کر اندر گھس گئے۔ اور دروازہ دوبارہ بند

کیپٹن شکیل سے اندر آنیوالی ایک دین تھی پورے کمرے میں گھڑی ہولی کار کے
سے گھر رک گئی۔ دو ساتے دین سے نیچے اترے پھر انہوں نے دین کا پچھلا
حصہ کھینچ کر وہ آدھوں کو اٹھایا اور کاندھے پر لٹا دیا۔

کیپٹن شکیل نے اس کے کیچھری سے دیکھ رہا تھا۔ کچھ لگا کر دونوں گھڑی
وہ دھم دھم پڑا اٹھتے ہوئے ہیں وہ سب بوش ہیں۔ اسے میں دین سے تیسرا
کچھ لگا اور اس نے بھی دین سے ایک بٹل اٹھایا اور کاندھے پر لٹا کر اندر
آئے۔

جب وہ تینوں کیپٹن شکیل کے سامنے سے گزے تو کیپٹن شکیل نے دیکھا
کہ ان تینوں میں سے ایک عورت بھی کاندھے پر لٹا رہی تھی۔ اس نے روشنی اتنی
تھی کہ وہ ان کی ٹانگیں دیکھ سکتا۔ وہ تینوں اس کمرے کے دروازے
پر کھڑے تھے جہاں سے روشنی باہر آ رہی تھی۔

انہوں نے دروازہ کھولا اور تینوں اندر داخل ہو گئے۔ دروازہ دوبارہ
بند ہو گیا۔

چند لمحوں کے بعد کیپٹن شکیل اندر تو ربا کو پک پک آواز دے رہا تھا۔

اب کیپٹن تشکیل دوبارہ کی ہول سے اندر بھاگ رہا تھا لیکن اچانک در
چوٹ پڑے۔ جب ہر آٹھ اچانک تیز روشنی میں نہا گیا۔ ابھی دو دو پہل
طرح سنبھل بھی نہ پاسے تھے کہ وہی دروازہ کھلا اور وہ آدمی ہاتھوں میں پیر
لے سائے آئے۔ پھر تو چاروں طرف سے آدمی ہی آدمی اہل پڑے۔ ہر ایک
کے ہاتھ میں ریوا لور تھا۔

کیپٹن تشکیل اور نور حیرت سے آنکھیں پھانسنے دیکھ رہے تھے۔ انہی
ان کے چاروں طرف سے اندھیرے ہی سے نکلتے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ سب
کٹھن کے اندر داخل ہوئے تھے۔ تب ہی سے وہ ان کی نگہوں میں تھے۔
اپنے دیا اور نیچے گرا دو

ان میں سے ایک نے ٹھہر دیا
اور دونوں ریوا لوروں کے سائے میں دو گانے کے اندر داخل ہوئے
ان کے اندر جاستے ہی اور والہ اندھیرا ان کے ساتھ حرکت وہ آدمی اندر داخل
ہوئے۔ اندر داخل ہو کر انہیں حیرت کا ایک اور شدید سہاوا ملا

جب انہوں نے فرش پر پڑے ہوئے لڑکے کو دیکھا تو ان
کو جو لیا ایک آپ ہیں تھے اور صفائی اصل حالت میں تھا کیپٹن تشکیل جو لیا
کہ یہ نینال ہی ابھی دینی سے لاسے گئے ہیں۔ کمرے میں پھر آدمی گھڑے تھے
وہ تو ہی تھے جو ان کے ساتھ داخل ہوئے تھے۔

یہ سن ہی وہ فیر تھا جو باہر بیٹھا ہوا تھا۔
ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا
ان دونوں کی تلاشی ہو۔

اس نے ایک آدمی سے کہا
دروازہ آگے بڑھ گیا۔ پھر اس نے ان دونوں کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر
دیکھا۔ وہ پیر تو پہلے ہی باہر پھوٹا آئے تھے۔ اس سے جیبوں میں اب انہیں
ایک تلاشی لینے کے بعد ان دونوں کے ہاتھ پائے پر پالہ میسے گئے
انہیں ایک طرف کھڑا کر دیا گیا۔

اب وہ سارے کمرے میں پھیل گئے
میرے خیال میں باس کا انتظار کر لیں۔ پھر وہ آدمی ان سے پوچھ گچھ کر کے
ان کے مشتق قید کر لیں گے۔

اس آدمی نے کہا
ان سب نے اسی کی تائید میں سر ہل دیا۔
ٹھاسی ویر غاروشی میں گزر گئی۔

پھر اچانک دروازہ کھلا اور ایک نقاب پوش سر سے پاؤں تک سیاہ لباس
میں داخل ہوا۔ وہ سب کھڑے ہو گئے۔ سیاہ پوش نے ایک نظر عمران جو لیا
سند تشکیل اور لڑکے کی طرف دیکھا اور پھر اُس کے براہ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا

۷ دوکان میں۔

اس سلف کپشن شکیل اور تصویر کی طرف اشارہ کر کے کہا
مریہ کو غصے میں گھسے ہوئے تھے۔

ان میں سے ایک نے جواب دیا۔

ہوں۔

میرے خیال میں یہ سب ایک آپ میں ہیں۔ ان کا ایک آپ مانت کرو
باس نے حکم دیا۔

اودان میں سے ایک نے بڑھ کر امدادی میں سے ایک بڑی نکالی اور ان
سب کے منہ دھواٹے سندھ تو پہلے ہی اصل شکل میں تھا باقی سب ابھی
میک آپ مانت ہو گیا۔ اور اب وہ سب اصل شکل میں تھے

ادھر۔ یہ سب تو انجینئری ٹیم کے ارکان ہیں۔

ان کی اصل شکلیں دیکھ کر ان کا باس بھی چمک چڑھا۔

گڑا۔ ہماری سب سے بڑی مشکل عموماً وہ مل جیو گئی۔

اب صرف ان کا باس ایسٹورہ گیا ہے۔ وہ بھی لاپرواہ یا جاسے گا روتے

میں وہ اپنی ٹیم کے بغیر ہمارا کچھ بھی نہیں کر سکتا۔

ایسٹورہ سکس تم ان کا ہوش میں لانا اور ایسٹورہ ٹیم اس لئے جیسی کرتے

تو مجھے اس میں ہمت ملے کہ ان سے ٹوپی کر کے ان کے لئے پہنا دیا تھا

کے

ایسٹورہ ٹو کر کے سے باہر نکل گیا۔ ایسٹورہ سکس آگے بڑھا اور جیب
سے ایک چھوٹی سی شیشی نکال کر ماری بادی عمران احمد دیا اور سندھ کی ناک سے
باری اور خود پیچھے ہٹ گیا۔

سب سے پہلے سندھ ہوش میں آیا۔ اس نے پہلے تو ادھر ادھر دیکھا
پھر مڑ کر پیچھے گیا۔ پھر مڑاں نے ایک سندھ کی پھینک ماری اور اظہار کر پڑا

پوری جان! ایک بار پھر میرے پاس آؤ میں جی جگر نہیں دلی کھول کر دیکھا
یہ تھا کہ

فری سے دوبارہ اپنی آنکھیں بند کر لیں لیکن پھر بلدی سے کھول دیں
سے وہ تو سارا خواب تھا۔

یہ ایک گڑب گڑب تھا اور پھر آنکھیں جھپکا کر پادوں پر تڑپ دیکھے گا
ایسٹورہ سکس یہ مانت کے آگے تھے۔ اتنے میں جو لیا بھی ہوش میں آگئی اور
ایسٹورہ سکس طرف حیران سے دیکھ رہی تھی۔

ادھر سب چمک پڑے۔ جب انہوں نے حیرت کو اتھاڑا اٹھائے اندر
اٹھ اٹھا۔ ایسٹورہ سکس کو کوہر کے اندر لایا تھا۔ ایسٹورہ سکس نے آگے
لپکتے ہوئے اپنے ہاتھ میں پت پر لایا جو سب سے ایک عجیب نظارہ تھا۔

تمام کی تمام سیکرٹ سرورس اس وقت بند ہی جرموں کے سامنے تھی اور مجرم
 اسی طرح زندہ رہے تھے۔ جو یہاں کے چہرے پر قدم سے پریشانی کے آثار تھے
 لیکن عمران بڑے سکون اور اطمینان سے بیٹھا سب کو یوں دیکھ رہا تھا جیسے دُور
 میں شریک ہو۔

دوستو! اب ہم پوری آزادی سے کام کر سکتے ہیں
 نقاب پوش نے کھڑے ہوئے ہوئے کہا
 لیکن ان کا فیصلہ ہو جانا چاہیے۔

ان میں سے ایک نے نقاب پوش سے مخاطب ہو کر کہا

نہیں۔ ہمارا یہ تجربہ آپریشن آج رات سب سے اور میں چاہتا ہوں کہ انہیں بھی
 اس نفاذ کے کوہِ یکنے کا موقع ملنا چاہیے۔ اس کے بعد ہم ان سب کو گولی
 مار دیں گے۔

نقاب پوش کا لہو ٹھہر گیا تھا
 جیسے آپ کی مرضی۔

پٹلے آدمی نے اوب سے سر ہٹا لیا
 کہ آپ جیٹنگ کا آپریشن کرنے والے ہیں۔

عمران سٹفا پانک نقاب پوش سے مخاطب ہو کر کہا
 ان کو قتل کرنے کے لیے جیٹنگ فرم کر لیا جائے تو۔

نقاب پوش نے مضحکہ خیز لہجہ میں کہا۔
 تم بھی شہ کی پانا ہو۔

عمران نے نقاب پوش کے فقرے کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا
 اور وہ اب چونک پڑے۔

ان باتوں کا خیال دماغ سے
 نقاب پوش نے سر ہٹا لیا
 تو کیا تم اپنی شکل نہیں دیکھا دے گے۔

عمران نے ایسے کہا جیسے گولی مالتی زار اپنی مسموم کا دیدار کرتے ہوئے
 ہے۔

جیسے ہمارے سوال کے خلاف ہے
 نقاب پوش نے جواب دیا۔

عمران پھر اور کہنے لگا کہ پانک رو دنا ہے سے ایک اللہ ہی
 کا اہل ہمارا شہ کی پانا سے دیکھ کر چونک پڑا۔

نقاب پوش نے اوب سے سر ہٹا لیا
 کہ آپ جیٹنگ کا آپریشن کرنے والے ہیں۔
 عمران سٹفا پانک نقاب پوش سے مخاطب ہو کر کہا
 ان کو قتل کرنے کے لیے جیٹنگ فرم کر لیا جائے تو۔

یوں دوا منی ہو۔ آخر کوٹلی اسی کی ہے
نوگ پامانے ہم سا جواب دیا۔

آپ وگ کون ہیں اور میری کوٹلی میں کیا کر رہے ہیں
ماجی منظر نے پریشان لہجہ میں کہا۔

تم حکومت کی پالیسی بدوانا چاہتے تھے، ہم ساری حکومت کو ہی بدل
دے ہیں۔

لیکن میں نے حکومت بدلنے کو تو نہیں کہا تھا اور وہ سلسلہ میں اپنی کوٹلی میں
مناات قانون عرکات پسند نہیں کرتا

ماجی منظر نے کہا

ہم تباری پسندہ پالسد کے ٹھیکیدار تو نہیں

شرابی پامانے خزانہ آواز میں کہا

لیکن آخر میری ہی کوٹلی میں تم نے کیوں پسند کی۔

ہم تم سے بہتر جانتے ہیں۔

پھر شرابی پامانے ایس ٹوکی طرف اشارہ کیا۔ اسی چانگ ایس ٹوٹے

سیب سے دیوار نکال کر ماجی منظر پر تان لیا۔ انہی گن والے ایک طرف بیٹھ گیا

تم کیا کر رہے ہو۔

ماجی منظر ایس ٹوکی آنکھوں کی چمک دیکھ کر غبرایا۔

یوں چرستوں سے ایک شعلہ چمکا۔ ٹکلی سے آواز آئی اور ماجی منظر کے
سے ایک جیٹنگ چیخ نکلی اور وہ بیٹے پر ہاتھ رکھے وہیں ڈھیر ہو گیا
مگر اس کا جسم کرب کی حالت میں تڑپا رہا۔ چرسا کن ہو گیا۔ ٹکلی شاہ
کے سینہ میں پرنگ لگی تھی

پہلے سامنے ایک آدمی گولیوں سے مراد، پچھلے گھنٹہ کا چہرہ سرخ ہو گیا لیکن
نے اتھوڑت پر اس نے کس کرانہ صفتے کردہ مجبور تھا لیکن حیران نہیں

پچھلے قاتلہ بچھڑا تھا جیسے پے کس ساری کا قاتلہ دیکھتے ہیں۔

اس کی لاش اٹھا کر لے جاؤ

ٹکلی بدلے ٹکلی گن واسے سے کہا

اس نے ٹکلی گن دیوار کے ساتھ رکھ دی اور پھر وہ لاش اٹھا کر باہر

گئے۔ اس کے ماحول پر بیٹے ٹکلی کا سرش پھیلاتی ہوئی تھی

ان سب گراں میں سے چلو۔

ٹکلی پامانے ایس ٹوکی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

اس کے ہاتھ بڑھ کر کمرے سے نکلی گیا۔

ایس ٹو اور اس کے سب ساتھیوں نے دیوار لادھیں سے نکل گئے

وہ سب گھر چلے گا اشارہ کیا۔

سب قاتلہ ٹکلی سے الگ گراں کے آگے آگے چلے گئے۔ حیران اب

ملاقات محل ماسوٹی تھا۔ وہ کسی گہری سونچ میں گم تھا۔ اس کے چہرے پر بڑا
بھیدگی طاری تھی۔

اسی کمرے سے نکل کر وہ ایک برآمدے میں آئے اور وہاں سے ایک
اور کمرے میں داخل ہو کر وہ سب ایک بہت بڑے ہال میں پہنچ گئے۔
ہال ایک پوری بیلارڈی معلوم ہوتا تھا۔ ہر طرف شیشیں ہی شیشیں بیٹھا تھا
ان سب کو ایک کمرے میں کھڑا کر دیا گیا۔ دو لانی گن ہوا ان پر پیرہہ بیٹھا
وہ دونوں بیکہ مستعد معلوم ہوتے تھے۔

شٹی پانا ایک بہت بڑی میز کے پاس کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ مشین پر
لگے ہوئے سینڈل پر تھے۔ شٹی پانا کے ماتھے پر ایک طرف پیچے سے کھڑا
ہوئے تھے۔

سب دم بکھڑے تھے کہ ٹیٹ شٹی کی کیا کرتوت ہے۔ وہاں اس نے اٹھا کر
اس بارہ سے پھٹے عزم ان کی موجودگی میں کچھ کرتے۔ اسے میں اسے وہ
بلے ایس ہیں۔ سب سے بڑا ایسی یہ کہ وہ ان اور سیکرٹ سروس کا اچھی تک
معلوم نہیں تھا کہ عزم کیا کیا پاجتے ہیں۔ وہ ان کو پہلی والا ایسی پکڑ لیں سے اس
پڑا تھا کہ عزم اس کے ماتھے پر اسے اچھی تک ان کے عزم کا اسی کرتے نہیں
میل سکے۔

وہاں سونچ رہا تھا کہ کچھ کرنا چاہیے۔ وہ شہر میں کھڑے رہ جائیں

عزم ایسا کام کر لیں گے۔

یہ سونچ ہی رہا تھا کہ شٹی کی پانا بیکہ پجے مڑا اور ان سے مخاطب ہوا

اب سب عزم کے کیا انتظام کرنا چاہیے۔ اور تمہیں امی ٹیٹہ معلوم
ہو گیا کہ پاجتے ہیں۔ تمہارے ایکٹور اور سیکرٹ سروس کی میں سے
کس سے کبھی تھی۔ لیکن اب تم دیکھو۔ سب عزم میں سٹا ایکٹور کو کیے
سے وہ ایک سیرا آپریشن کا میاں ہو گیا اور تم سب کی لہٹیں اسے میں
بیٹھا بیٹھے گا۔

اس کے مشین پر لگے ہوئے ایک سرخ مشین کہہ لیا مشین پر
وہ ایسی شکرین روشن ہو گئی۔ اس پر سرخ سی ٹیگری ٹیک ری تھیں
سے سینڈل کو آہستہ آہستہ گھماتا شروع کر دیا۔ اور شکرین صاف اور

وہ وہاں صحت سب جو تک پڑے جب انہوں نے شکرین پر صحت
کے لئے کچھ لگا دینے کے اجلاس کی صدارت کر رہے تھے۔ پھر آہستہ آہستہ
ان کے آگے لگا۔

ان کے آگے ایک اور شکرین لگا دیا۔ آہستہ کے ساتھ لگے ہوئے لہٹ پیکر
عزم شروع ہو گئی۔ وہ ملک کا بیڑے کے اجلاس سے مخاطب کر رہے

کی لیسریں دوڑنے لگیں۔ کچھ ٹکڑے اس اجلاس کی اہمیت کے بارے میں
 ماننا تھا اسے معلوم تھا کہ یہ اجلاس ایک غیر ملکی فوجی سادہ سے کے بارے
 میں ہو رہا تھا جس کی تفصیلات گردنہنوں کے باغیوں میں پہنچ جاتیں تو ملک
 کو شدید نقصان پہنچنے کا احتمال تھا۔
 تم نے دیکھا کہ تباہی ملک کا کوئی راز میرے لئے باز نہیں رہتا۔ میری
 دیکھ رہے ہو امرت اس کو بدلنے کی دیر ہے یہ ساری عمارت ریزہ ریزہ ہو کر
 بکھر جائے گی۔

اور دیکھو۔ یہ کیہ کر شوگی پالانے بینڈل تیزی سے گھٹا شروع کر دیا۔ سگری
 پر منظر دینے لگے۔

اب ہر سگریں جھانپ رہا تھا۔ عمران اسے دیکھ کر چمک پڑا۔ یہ اس قیہ
 لہو لہو کی کاٹکس تھا جہاں اس کے ملک کے ساتھ ان ایک دوست ملک
 کے ساتھ ان کے اشتراک سے ابھار دیں ہم بنائے ہیں مشورے تھے۔
 دیکھ رہی ہیں ہم آفریقا تیار تھا اور اب اس کا قہر ہو کر آتا تھا۔ اس وقت
 اس کے قہر کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ اس کی تباہی کا مطلب تھا ملک کی
 تباہی۔

اب شمل پانکر دیکھا عمران کے لئے انتہائی ضروری تھا۔ وہ سوچ رہا تھا

رنگی پانکر ایسے معاملے کے کہ اس ملک میں آیا تھا اور وہ انھیں سے میں ملک
 میں ان کے گیارہ مجرم نے اپنا خوفناک جال چیلایا۔ یہ پہلا مجرم تھا جس نے
 ان خوفناک شکست دی تھی۔

اس شکست کو اب بھی فتح میں تبدیل کیا جاسکتا تھا اگر شرکی پانکر کو مل گیا
 تھیں۔ ان کے ذہن میں اس کا کوئی حل نہیں آ رہا تھا۔
 دیکھا۔ قادیان اس خفیہ ترین ایبارٹی کی تباہی اس ہر میں میں پوشیدہ ہے۔

شوگی پالانے دوبارہ بینڈل تیزی سے گھٹا شروع کر دیا۔ وہ سب کچھ
 کے ایک قابو میں کوئی ساری تماشہ دکھا رہا ہو۔ لیکن ان سب کے ساتھ ان
 کے ساتھ اس کے برسنے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ اس تماشہ کا مطلب ٹونگ
 ان کے لئے اور کچھ نہیں۔

شوگی پانکر تیزی سے اس خوفناک مشین کا بینڈل گھٹا رہا تھا سگری پر
 دیکھ رہے تھے یہ وزارت خارجہ کے خفیہ ریکارڈوں کا منظر تھا۔ اس میں
 اس کی ایسی امانتوں تھیں جن میں ملک کے اہم ترین راز بند تھے۔
 ان کے بارے میں جو کہ تباہی ملک کے اہم ترین راز میرے سامنے ہیں
 اس طرح کے ہر کوئی یہ راز کس طرح حاصل کر لیں گے۔ یہ ہیں ابھی تک
 ان کے بارے میں جو کہ تباہی ملک کے اہم ترین راز میرے سامنے ہیں

آنکھوں سے دیکھ لو گے

اس کا چہرہ سب معمول سپاٹ تھا۔

شوگر کی پامانے سرخ بنی دبا دیا اور سکریں دوبارہ تاریک ہو گئی تھیں۔
میتھن سے بٹ کر سانسے پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔

دونوں پھر بھی نہ سمجھ سکا۔ اچانک تشکیل سے آنکھیں کھول دیں اس سے
شوگر کی پامانے کی طرف دیکھا جو اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے ایک ایسی
الٹاؤ کی طرف ڈالی جو میرٹھ سے اسے تک رہا تھا۔ اس نے دوبارہ
آنکھیں بند کر لیں۔ پھر آنکھیں کھولیں اور پھر بند کر لیں۔ وہ اپنی آنکھیں
دونوں کھول کر دیکھ رہا تھا جیسے آنکھوں میں کوئی چیز پڑ گئی ہو۔

پھر مسدود ہوا اس کی طرف بھرد دیکھ رہا تھا۔ اس کا سر ہلکا ہو گیا۔
شوگر کی تشکیل سے آنکھوں کے ذریعے پیغام دے رہا ہے۔

یہ ایک انتہائی شبیہ اور جدید کوڑا تھا۔ جسے ملاں جی میں عمران کے ٹک کے
سورج نے اڑا دیا تھا۔ اور کیشی تشکیل کو اس کی ٹریک ٹریسی میں دی گئی
تھی۔ (ن کا جی اس کو کا عام ہوا تھا اور اس سے ایسا کر کے اسے کی
شوگر کی پامانے سمجھا رہا تھا اس سے کامیاب ہونے کا شکوک و شبہ تھا۔ اور وہ جی

اس لئے ہم سب اپنی تشکیل سے جانا رہا تھا اور بدھے ہوئے کی دم
وہ اس وقت بے بس تھے۔

عمران سورج رہا تھا کہ شوگر کی پامانے کے علاج کا استعارہ ہے۔ وہ اس
نہار رہا تھا کہ اسے سافٹ کرسٹال دیکھا گیا کہ ایک آخری گھنٹے

ادھر عمران اور اس کے ساتھیوں کے چہرے تاریک ہو جاتے
انہوں نے ہر کچھ دیکھا تھا اس کا تصور بھی انتہائی عجیب تھا۔ عمران کے
باقی صرف یہ سوچ رہے تھے کہ شاید میں موقع پر شوگر کی طرف سے اس
معجزہ کو مٹا دوں۔ لیکن عمران جانتا تھا کہ ٹیم کے بغیر ٹیک رہے گی کہ

شوگر کی پامانے ایک چہرے کو لپچھ سے دیکھ رہا تھا۔

اب تہیں سمجھا لگی ہوئی تھیں اسے عالمی مسئلہ کی کوڑا لپچھوں بیان
اس کی کوڑا ان تینوں ملکوں کے درمیان سے اور بیان سے ہیں ان کا
لامیابی سے کوڑا ہوا۔

شوگر کی پامانے سمجھا رہا تھا اس سے کامیاب ہونے کا شکوک و شبہ تھا۔ اور وہ جی
اس لئے ہم سب اپنی تشکیل سے جانا رہا تھا اور بدھے ہوئے کی دم
وہ اس وقت بے بس تھے۔

عمران سورج رہا تھا کہ شوگر کی پامانے کے علاج کا استعارہ ہے۔ وہ اس
نہار رہا تھا کہ اسے سافٹ کرسٹال دیکھا گیا کہ ایک آخری گھنٹے

اپنے ہنر سے ہر کسی کو دل بہا دے ہیں عمران دل بہا دل میں
ذہانت کی داد دے رہا تھا

اب شوگی پام بھی کر سی ہے انہر کر بلبل رہا تھا۔ اس کے انداز میں بے پروا
ظاہر تھی سدہ شاید اس اطلاع کا منتظر تھا۔

پہرہ مینے واسے اپنی اپنی جگر پوری طرح مستعد تھے
ایک عمران نے کیپٹن شکیل کا ہاتھ اپنی پشت پر ریتا ہوا محسوس کیا اور
اس کے چہرے پر اطمینان کی لہریں مدھانے لگیں۔ کیونکہ عمران کے ہاتھوں پر
بندھی تھی۔ اسی کی ستمند چیز سے آہستہ آہستہ کٹ رہی تھی۔
ایسے عمران اور کیپٹن شکیل بے حس و حرکت ہو رہے تھے۔

پہرہ کی لہروں میں عمران نے محسوس کیا کہ اس کے ہاتھ۔ اسی کی ستمند
سے آزاد ہو چکے ہیں۔ اب کیپٹن شکیل کا ہاتھ اس کی پشت پر تھا۔ اور ایک
کیپٹن شکیل کے ساتھ کمرے میں تھے۔ دیکھا لیکن مستعد تھے
اس کا چہرہ اب سیاہ تھا۔

عمران سمجھ گیا کہ کیپٹن شکیل پہلے طریقے سے مستعد کے ہاتھوں کا
جی کھل رہا ہے۔ چند لمحوں بعد کیپٹن شکیل کے دونوں ہاتھ وراہ اس
پشت پر پڑ چکے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ مستعد کے ہاتھ بھی۔ میوں سے
آزاد ہو چکے تھے۔

کیپٹن شکیل نے ایک بار پھر محل خیر اطوار سے عمران کی طرف دیکھا اور
براعمال کے بچکنے کا عمل شروع ہو گیا۔

عمران اس پیغام کو بھی سمجھ گیا کہ کیپٹن شکیل اب آئندہ پروگرام کے مستقل
بھائی ہیں۔

عمران نے بھی اسی طریقے سے بتا دیا کہ وہ چند منٹ انتظار کرے
بہران سچے رہا تھا کہ کس طریقے سے اس پھر شیش پر قابو پایا جاسکتا ہے
پروہو بے دل مستعدی سے پروہو سے رہے تھے۔ اور اگر وہ ذرا
بے حرکت کرنا تو یقیناً ٹائی گن سے انہیں جھون دیں گے۔

اسٹے میں بال کا دائرہ ہندو سے کھلا اور ایک خوشام آواز
میں اندر داخل ہوا۔ اس کا قد اور جسم حوروت سے بے حد مشابہت رکھتا تھا
تجدید بھی افریقہ کے کسی خوشام آواز قبیلے سے تعلق رکھتا تھا اس نے اپنے جسم
پر باریک کی پستین پہن رکھی تھی۔ اس نے غلامی لکڑی ایسا محسوس ہوتا
تھا جیسے وہ بن مالس ہو، انسان نہ ہو۔ پستین کی وجہ سے اس کے سارے
جسم پر بال ہیں بال کھائی دے رہے تھے۔

اسے اندر داخل ہوتا دیکھ کر شوگی پام کی آنکھیں چمکنے لگیں
بال کیا رہا۔

شوگی پام نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

سب انتظام ہو گیا۔ جیسی نے جس کا نام ڈکی تھا ادب سے سر کر
جو کتے سے کہا۔

میں کوڑھت پر پہنچ چکا ہے۔ شوگر پامانے بے پستی سے پوچھا
جی ہاں جناب۔ جیسی نے اسی لمحے میں جواب دیا
کوئی مشکل تو دیکھیں نہیں آئے گی
ڈکی کہ: "تو دنیا کی کوئی مشکل نہیں رکھ سکتے جناب۔"
جیسی نے کہ: "مجھے میں کہا۔"

اچھا ٹیک۔
شوگر پامانے اس سے کہا۔
اور ان تم سب کا بیڑا میرا اس سے لٹا دے گا۔ ہم کسے گھنٹے
میں پہنچے۔

شوگر پامانے جیسی سے مخاطب ہو کر کہا۔
جیسی نے کہ: "سب سے سر کو جھکایا اور وہاں پہنچا۔"
اس سے ایک نظر نہ اٹا کر دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں ٹپکی سی چمک
لہرائی اور جبر سفاقت سے بھر نکل گیا۔

عمران نے کہ: "شاید شوگر پامانے کو اسی اطلاع کا انتظار تھا۔" اور وہ بھوک
کوڑھت کی بات میں تباہی مچا کر اپنے منہ میں کھجور کا پلٹے

عمران نے کہا: "لیکن شاید شوگر پامانے کو اس اطلاع کا انتظار تھا۔"
جیسی نے کہ: "میں نے یہ سنا ہے کہ اسی طرح ٹپکی رہا تھا۔"

جیسی نے کہ: "وہ لوگ ابھی تک نہیں پہنچے۔"
شوگر پامانے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا
میرا نہیں پہنچے تو کیا پامانے۔
جیسی نے کہ: "میرا نہ پہنچے میں جواب دیا۔"
شوگر پامانے کہ: "وہ لوگ ابھی تک نہیں گئے۔"

عمران نے کہ: "شوگر پامانے کو اس کی نہیں بلکہ پندہ میوں
کا ہے۔ اب عمران سولج رہا تھا کہ وہاں کوئی گھر نہ کھتے ہیں۔ شوگر
پامانے کہ: "میرا نہ کیا کرنا پامانے۔"

عمران نے کہ: "میرا نہ شوگر پامانے کی وقت آج نہ آسکے۔ وہاں
عمران کے ساتھیوں کے دل بھی وقت کے ساتھ ساتھ جھڑک رہے
تھے۔ جس کی پہلی بات پر سولج رہا تھا کہ وہ اب کیا طور پر آئے وہاں
جیسی نے کہ: "اب ایکسٹو کی طرف جیسی تھیں لیکن ایکسٹو کی
طرف سے ابھی تک کچھ بھی نہیں سنا تھا۔"

عمران نے کہ: "میرا نہ ایکسٹو کی بات کیا کر کھتا ہے۔ عمران یہاں
نہیں جھڑک رہا تھا کہ وہاں کوئی گھر نہ کھتے ہیں۔ اب اس کی

زبان پر کھلی سی سوری تھی۔

م۔ م۔ میں کچھ عرض کر سکتا ہوں۔

عمران اچانک بول پڑا۔

اس کی آواز سے شوگی پاما اور اس کے ساتھی بے ساختہ چونک پڑے

جیسے کرس میں ایٹم بم چھٹ گیا ہو۔

کیا بات ہے

شوگی پاما تکی سے ہوا

میں اپنے ماں باپ کا اکھوتا بیٹا ہوں

عمران کے لہجہ میں عاجزی نمایاں تھی۔

کیا مطلب ؟

شوگی پاما نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا

میرا مطلب ہے کہ اگر آپ مجھے چھوڑ دیں تو میرے ماں باپ ملحدی مر

آپ کے بال بچوں کو دعائیں دیتے رہیں گے۔

عمران نے حالت نکال دینے

اور کہے میں شوگی پاما کا نتیجہ گریخ اٹھا

غیب طلب لیکن نہیں کس سے کہا تھا کہ تم سیکرٹ سوس میں شامل

ہو جاؤ

ساتھ میں تو سیکرٹ سوس نامہ کے کسی جانور کو نہیں جانتا۔ میں تو اسکل

گاہ ہوں۔

عمران کا لہجہ عاجزی سے آسان بھر پور تھا کہ جو لیا، مستعد اور حیرت کا منہ

بچا۔ انہیں عمران کی یہ عاجزی قطعی پسند نہیں آئی تھی۔

وہی۔ تم یہ کیا سورتوں والی باتیں کر رہے ہو۔

عدت اچانک پھٹ پڑا۔

وہ میدان آگے کے بعد پہلی بار بول تھا۔

اب تک وہ آنکھیں بند کئے اور نکلتا ہی رہا تھا شاید اس کی یہ حالت تشریف

لے گا دیر سے تھی۔ لیکن اب اس کے چہرے پر غصے کی سرخی آگئی تھی

تم چپ رہو شب نامہ کے بچے میری جان کوئی فائدہ ہے جو میں تادم تولا

سوں کے لئے مارا جاؤں

عمران نے اسے مخاطب کرنے ہوتے غصے سے کہا اور حیرت سے

کا لہجہ چھوڑ دیا

ایسا اگر تم یہ بتا دو کہ ایک سٹوڈنٹ سے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ نہیں کچھ

سچے کہا جائے گا

شوگی پاما نے ویسے سے عمران سے کہا اور اب رو پیل کر عمران کے

انکھوں سے آنکھڑا ہوا تھا۔

میں بنا دوں گا لیکن اگر تم اپنے دھرم سے ٹکرتے تو
عمران کے شوگی پامانی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

نہیں میں قسم کھا کر کہہ رہا ہوں کہ اگر تم نے برج بھارا دیا تو میں
تیس رہا کر دوں گا۔

شوگی پامانی آواز میں خوشی کا عطر نمایاں تھا۔ وہ ایک قدم اور آگے
بڑھا آیا۔ اب وہ عمران کے بالکل سامنے تھا۔

کیا خیالی ہے بنا دوں۔

عمران نے کپٹن شکیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

بنا دو۔ مجھ سے کیا پوچھ رہے ہو۔

کیپٹن شکیل نے اسیان سے جواب دیا لیکن کیپٹن شکیل اس کی
آنکھوں سے ملے والا پیغام سمجھ چکا تھا۔ عمران نے اسے آگے کھینچ لیا
پر تیار رہنے کا کہا تھا۔

اچھا تو سنو۔

عمران نے دیا یہ شوگی پامانی کی طرف رخ کر کے کہا۔

عمران کے ساتھیوں نے حیرت سے سامنے دیکھتے ہوئے کہہ دیا کہ
عمران دافنی ایجنٹ کے متعلق بتا رہا تھا تو وہ یقیناً ان کے سامنے ہی ایک
نئی فریق۔ سب جانتے تھے کہ عمران ایجنٹ کو بھولی جانتا ہے۔ ہر ایک کی

حالت سب سے زیادہ غراب تھی جس اطلاع کی دولت سے منتظر تھی
اب سامنے آئے والی تھی۔ لیکن اس کا دل کہہ رہا تھا کہ وہ عمران کو کسی
پتے کے بارے میں بتانے سے باز رکھے۔ سبوتاژ ہی ایسی تھی کہ وہ اپنی
روٹی کا ذکر نہ کر سکتی تھی لیکن ایجنٹ کو کتنا سر نہیں جوڑے دیا جاتا تھا۔ لیکن
وہ ان کو وہ لوگ نہیں سکتی تھی۔ ان کے ال میں عمران کے حالات نصرت کا
حال ہی رہا تھا۔ وہ سوشل بھی نہیں سکتی تھی کہ عمران کبھی اپنی جان بچانے کے
لیے ایجنٹ کو کتنا سر بھی کر سکتا ہے۔ لیکن اب یہ صورت حال اس کے سامنے تھی
تھا۔ تم رنگ کیوں گے۔

عمران پامانی نے عمران سے جواب دیا کہ

ایجنٹ وہ اصل۔

عمران نے جتنا شروع کیا

اور شوگی پامانی نے ایسا عمران کے اور نزدیک کر لیا

اب پھر ایسا کہ وہ سرگیا جس کی امید ال میں سے کسی کو بھی نہ تھی

عمران نے سبیل کی طرح حرکت کی اور شوگی پامانی کو اس سے اونٹوں کا قتل

کے جوڑے سامنے کر لیا۔

عمران کے حرکت میں آئے ہی کیپٹن شکیل اپنی جگہ سے اچھلا اڑا

ان کی گانہ والی زمین پر تڑپ رہا تھا کیپٹن کی توجہ اور لگائے گئے اس کے

بیٹے پر پڑی تھی۔ نامی گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا پڑی تھی۔
شوگی پاما کے ساتھی حیران و پریشان کھڑے تھے کہ اپنا تک صند سنہ نامی
گن اٹھا کر انہیں کوڑ کر لیا۔ لیکن پھر نامی گن اس کے ہاتھ سے نکل کر دوڑا
پڑی اور دم پھرتی سے زمین پر لیٹ گیا اور دوسری صورت میں نامی گن سے
نکلنے والی گویاں اسے جھون کر رکھ دیتیں۔

نامی گن سے نکلنے والی گویوں نے شوگی پاما کے ساتھیوں کو جیسے خواب
سے چرنگا دیا۔ ان سب کے ہاتھ جیسوں میں سیٹھے۔

اور شوگی پاما عمران کے ہاتھوں میں بری طرح چل رہا تھا شوگی پاما کسی
بھینس کی طرح طاقت ور تھا۔ کیونکہ عمران کو اسے قابو میں نہ کھینکے سکتے
کافی سے زیادہ طاقت استعمال کرتی پڑی۔ یہی تھی۔

اپنا تک کمرہ ٹھپ تاریکی میں ڈوب گیا کیونکہ کپیشن تشکیل سے سبکدوشی کو
دیکھتے ہوئے عقل ہی کا مظاہر کیا اور دیکھا کہ ہاتھ سے زمین سے ہر گز گرا
کر پڑا۔

اب اندھیرے میں جنگ برپا ہوئی تھی۔ گویاں اندھیرے میں برپا ہوئی تھیں
اور اندھوں کے شعلے کبھی کبھی اندھیرے میں چمک اٹھتے۔

پھر عمران کے ہاتھوں سے شوگی پاما نکل گیا۔

اب نہ کو۔

وہاں کی آواز آئی۔

اب گویاں اس کی طرف ہلکی۔ لیکن عمران کپیشن تشکیل اور صند نامی گن
جس نے اسے کر دیا اس کے کی طرف جا رہے تھے۔ پھر اندھیرے میں دو
سے دو تھیں۔ عمران، صند اور کپیشن تشکیل کے دل ڈوب گئے۔

لیے خود دونوں جینیں جو لیا اور تنویر کی تھیں۔ چرکیدم غلاموشی جی گئی شانہ
اپنا ہوا اس کے ساتھی کمرے سے باہر نکل گئے تھے۔ اب باہر سے بھی
وہاں کی آوازیں آ رہی تھیں۔

جیاب کمرے میں روشنی ہو گئی۔ یہ کام عمران کا تھا۔ کیونکہ اگر شوگی پاما
اس کے ساتھی کمرے میں ہوتے تو ان سب کی بائیں سخت خطرے میں
ہو جاتے۔ لیکن عمران کو شوگی کے عالم سے نکلنا چاہتا تھا۔ اس نے اسے اس سے رشتہ
تھی۔

نامی گن شوگی پاما اور اس کے ساتھیوں سے غالی تھا۔ شاید وہ بکری
کے تہیہ کے لئے سے گھبرا گئے تھے۔

کپیشن تشکیل قہر میں تھیں۔

عمران نے جھلکے سے نامی گن الطاقی اور دروازے سے باہر نکل گیا۔
کپیشن تشکیل اور صند رچا سے جو لیا اور تنویر کی طرف بڑھے۔ لیکن تنویر
صند تھے۔ تنویر کے امیں پہلو میں دو گویاں تھیں اور جو لیا کے اندر

میں گولی کا سردار تھا خون بہہ جانے کی وجہ سے وہ دونوں بے ہوش ہو گئے۔
جودت قلعہ پہنچ گیا تھا کیونکہ پھر لکھنؤ میں رہنے ہی وہ ایک کراپٹے یا کسی پرانے
ہوئے ایک بڑے بورڈ کے پیچھے چھپ گیا تھا۔

کیپٹن ٹیکلن نے بارہویں پہنچے ہوئے لکھنؤ سے ان تینوں کی رہنمائی
دی۔ شاید پہلے ہی اس نے اپنی درخواست کی دیاں اسی سے گزری تھیں۔

مقدمہ مددگری نامی گن اٹھا لیا اور ہر گولہ کے آؤ میوں کو
ڈالو میں اتارے میں یہ سب مشینیں توڑا دیں۔
یہ کہہ کر اس نے گولی اٹھائی اور دوسرے سائے والی چوٹی مشین پر
باری مشین کا ذہل ڈالے گیا۔

آخر میں نے ایک گولہ مددگری نامی گن اٹھا لیا اور ہر گولہ کے
پھر بھگتے کی گئی۔ یہ گولہ ساکت ہوئی جو صف کے دشمن ملک کے
معاذ اللہ نے سے قتل کیے تھے! تعاطات آتے آتے گولہ سے ان کے
ویجے دیکھتے نامی گن سے اٹھا آیا۔ انچیلو کے مظلوم نقاب سے وہ اچیلو
نوا دیا گیا۔

اس نے گولی ڈالنی تو نہیں سہا۔
ایکسٹرنل پڑھا۔

میں گولی کا سردار تھا خون بہہ جانے کی وجہ سے وہ دونوں بے ہوش ہو گئے۔
جودت قلعہ پہنچ گیا تھا کیونکہ پھر لکھنؤ میں رہنے ہی وہ ایک کراپٹے یا کسی پرانے
ہوئے ایک بڑے بورڈ کے پیچھے چھپ گیا تھا۔
کیپٹن ٹیکلن نے بارہویں پہنچے ہوئے لکھنؤ سے ان تینوں کی رہنمائی
دی۔ شاید پہلے ہی اس نے اپنی درخواست کی دیاں اسی سے گزری تھیں۔

مقدمہ مددگری نامی گن اٹھا لیا اور ہر گولہ کے آؤ میوں کو
ڈالو میں اتارے میں یہ سب مشینیں توڑا دیں۔
یہ کہہ کر اس نے گولی اٹھائی اور دوسرے سائے والی چوٹی مشین پر
باری مشین کا ذہل ڈالے گیا۔

آخر میں نے ایک گولہ مددگری نامی گن اٹھا لیا اور ہر گولہ کے
پھر بھگتے کی گئی۔ یہ گولہ ساکت ہوئی جو صف کے دشمن ملک کے
معاذ اللہ نے سے قتل کیے تھے! تعاطات آتے آتے گولہ سے ان کے
ویجے دیکھتے نامی گن سے اٹھا آیا۔ انچیلو کے مظلوم نقاب سے وہ اچیلو
نوا دیا گیا۔

اس نے گولی ڈالنی تو نہیں سہا۔
ایکسٹرنل پڑھا۔

تم باہر ہار کا دستارٹ کر دو۔ میں آ رہا ہوں۔

اور کیپشن شکیل پھرتی سے کار کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے جلدی سے کار

کا دروازہ کھولا اور کار دستارٹ کر دی۔ چالی اس میں گئی برقی تھی اسے میں

ایکسٹریجی جھاگتا ہوا باہر آیا۔ صفراء اور جھنڈ کی دیں جاپکی تھی

پلو جلدی سے باہر نکلا۔

اور کار تیر کی طرح پھاٹک سے باہر نکل گئی۔

ابھی وہ منٹھل منڑک پر مشے ہی تھے کہ ایک کان چاند سما کر مورا اور جلدی

دور سے آگ کے شے جلد سولے گئے۔

التم بزم

کیپشن شکیل نے ایکسٹریجی کی طرف تھاپ ہو کر کہا۔

اے جیسی جلدی ہو سکے تو دن پہاڑی کی طرف پلو میں لے جوں کا

سکی کا پڑا سہ مانتے ہوئے دیکھا ہے۔

ایکسٹریجی نے کہا۔

اور کیپشن شکیل نے ایکسٹریجی پر پاؤں کا پڑا دھنڈا اٹھایا اور کہا۔

اے جیسی جلدی کی طرف دور لے گئی۔



وہ اسے اسی گن اٹھا سے تیری سے دروازے سے باہر نکلا۔ وہ ایک

سے جیسی تھا اس نے پھرتی سے کمرہ پار کیا اور پرانے میں پہنچ گیا باہر

پلو میں ایک تھیں اور تھیں گنوں کی صفراء ریٹ ریٹ کی آواز گونج رہی تھی

سے جیسی تھا وہ ادا ہو جانے کے سے سیر حیاں تھیں۔ وہ سیر حیاں

تھیں وہ پہلے سے تھا۔

اور کلاس کے قریب سیر حیاں ٹے کے سے چھت پر پہنچا۔ چھت پر کیا

تھا وہ سیر حیاں تھا۔ جو م شاید کسی اور در سے چھت پر پہنچے کیونکہ

تھا وہ سیر حیاں تھا۔ جو م شاید کسی اور در سے چھت پر پہنچے کیونکہ



ابانک سے نیچے ایک ٹکی سی روشنی نظر آئی وہ فدا ہی محرم ۲۲
عمران کو گیارہ روشنی کسہ پڑی کی حق اسی طرح روشنی تین بار ٹکی ۱۱
کئی عمران کو گیارہ پل کا پڑا اترنے کے لئے سگنل دیتا ہے

یہ کتاب نے زیادہ شہرت نہیں پائی۔ وہ برابر نیچے کی بات افسوس وارہ

اس نے لڑھکے ہوئے اور اُدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارے تاکہ کوئی چیز پکڑ کر
لڑھکے سے بچ سکے۔ لیکن کافی دور تک اس کے ہاتھ میں کوئی چیز نہ آئی
پورا ہانک ایک جھاڑی پر اس کا ہاتھ پڑ گیا۔ جھاڑی اتفاق سے کانٹاں
تھی اس لئے اس کے ہاتھ میں لاتعداد کانٹے چبھ گئے۔

لیکن اس کا فوراً دوسرا ہاتھ زمین پر آگیا۔ اور وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا جس
ہاتھ سے اس نے جھاڑی پکڑی تھی۔ اس سے خون بہتا ہوا اس میں ہوا تھا
اس نے کوئی پرواہ نہ کی اور دوبارہ پہاڑی پر چڑھنے لگا۔ اب وہ کافی عرصہ
معلوم ہو رہا تھا۔ پہلی کا پٹر پہاڑی پر رک چکا تھا۔ وہ جلد ہی اس کے نزدیک
پہنچ گیا۔ پہلی کا پٹر کا دروازہ کھل چکا تھا انداس میں سے بھرم باہر نکل رہا
تھے۔

اب وہ ان پھر رہا تھا کہ اس کے پاس رہا ہو نہیں سکتا تھا۔ اس نے ان میں
سے کسی کو چھانسنے کے متعلق سوچا۔ اب وہ سمجھ رہا تھا کہ ان میں سے کوئی
علیحدہ ہوا وہ اس سے چڑھے۔ پھر اسے یہ موقع بھی مل گیا۔ ان میں سے
ایک آہی پہاڑی کی طرف بڑھا۔ جیسے ہی وہ ایک طرف کو ہوا، وہ ان ہی اس
کے سر پر پہنچ گیا اس نے دیکھا کہ اس کے ایک ہاتھ میں دیا ہو رہا
وہ دوسرے ہاتھ سے اس نے جیب سے ایک پھوٹی سی بیڑی نکال
شاید وہ کسی کھنکھار دینے والا تھا۔

یہ پناہ طاقتور رہے۔ یہ انکو عمران کی گراں بیٹی کے اعضاء میں آگئی
اور وہ اس کا کلا تھوٹ رہا تھا اور عمران اس کے پیٹ پر ہنسنے لگا
جی عمران کا ایک زوردار ہنسنے اس کی پسلیوں پر پڑا عمران سے گئے سہانے
لوگ نے گرفت وراثت حاصل کر لی۔ عمران تڑپ کر علیحدہ ہو گیا

پھر اسے ہڈی کے ساتھ بندھے ہوئے تھک کا خیال آیا کیونکہ اسکی
پٹل کے ساتھ سمیٹا ایک فیروزہ جیسے کے منبر پر تھے سے بدھار رہا تھا
اس نے اور ان پھر پکڑا اور بیٹی کے مقابلہ پر تیار کیا

خبر سنانے کے دوران ایک زوردار کھڑکی عمران کے جھڑپے پر پڑا اور
پھر عمران کو بہا خیمہ کا درمیان کے بیٹے پر پڑا اور خود سے ٹک مٹنے کے
سے ہی مٹ گیا

جیسے کہ سہ سے ایک جیسا کہ بیچ نکل اور وہ سے گورنر کے بچے کو
اور وہ علاقہ میں رہا حال میں کہ پھر وہ اس کے دل پر پڑا تھا
عمران نے حرکت سے پرہیز نہ کر سکی کے جسم پر داری بیٹی مرو چکا تھا۔
اور ان پھر کے زوردار کو پھر پڑا تھا۔ اسے ایک شخص اپنی طرف آنے لگا
سہا تھا عمران پھر گیارہ کیسی نکلیں سے
کیسی نکلیں۔ عمران نے چیخ کر کہا
عمران صاحب کیسی نکلیں میں رک گیا وہ شاید سے خبر لی تاکہ

آدمی سمجھ رہا تھا۔

کیا پولیشن ہے عمران نے پوچھا۔

شرکی پاما اور اس کے دو ساتھی ہمارے قابو آچکے ہیں۔ باس انہیں بار
سے کر کے ہوئے ہیں۔ کیپٹن شکیل نے قریب آتے ہوئے کہا

وہ حبشی کے پاس آکر رک گیا۔ اور حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا
ٹاں۔ اسے میں نے مارا ہے۔ عمران نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے

کہا۔ اور وہ دونوں ادھر چل پڑے جہاں ایکسٹو نے شرکی پاما اور اس
کے دو ساتھیوں کو روکا اور ت کو روکھا تھا۔

عمران۔ ایکسٹو نے انہیں اتار بچھ کر کہا۔

میں سر عمران نے کہا میرے خیال میں انہیں ہانڈھٹا دیا جائے کہ
یہ راستے میں گڑبڑ نہ کریں۔

اد کے۔ عمران نے یہ کہہ کر پٹلی سے بندھا ہوا تھکڑا اور عمران
نے شرکی پاما کے ہاتھ پشت پر باندھے۔ وہ دونوں کیپٹن نے آگے اور پٹلی
سے ہانڈھٹا دیا اب وہ تینوں دھکیلتے ہوئے پہاڑی سے نیچے جا رہے
تھے۔

نیچے بھی تو ان کے آدمی تھے۔ عمران نے ایکسٹو سے کہا

اے۔ انہیں ہم نے پہلے ہی ختم کر دیا ہے۔ ایکسٹو نے غصے سے

کہا۔

لیکن آپ یہاں کیسے پہنچے۔ عمران نے دوسرا سوال کیا۔
اپنے انداز سے سے۔

ایکسٹو کی آواز آئی۔

اور عمران بلیک زبرد کی ذہانت دیکھ کر سر ہوا تھا مارنے لگا

کی دلالت اجرات اور دلیری کام آتی اور کی پیش تشکیل، مقدار اور ہر
کے چنگل سے باہر نکل آئے

پھر ہماری توجہ ڈاکٹر جوہر کی یسارٹری کی طرف مبذول ہو گئی لیکن
گوشش کے باوجود ہم کچھ بھی نہ سمجھ سکے جس وقت بہتے شوقی پار
کیا وہ ڈاکٹر جوہر کے میک اپ میں تھا۔ حاصل نہ کسی طریقے سے ڈاکٹر
کی یسارٹری میں پہنچ گیا۔ اور ڈاکٹر جوہر کو اس نے کسی جگہ سے
میں مبتلا کر دیا شہ کی پاماکو گرفتار کرنے کے بعد ہم نے ڈاکٹر جوہر کی یسار
پر بھی چھاپ مانا اور ڈاکٹر جوہر کو گرفتار کر لے میں کامیاب ہو گئے

غیر۔ ڈاکٹر جوہر کی جگہ لینے کی وجہ یہ تھی کہ وہ اسی جیبارٹری کو
مقاصد کے استعمال کرتا پایا جاتا تھا۔ وہ خود بھی ایک ذہنی ماسٹران
اس نے اس یسارٹری کو استعمال کیا اور ڈاکٹر کے ایک ادھ سے
سے ایک خطرناک منصوبہ بنائے میں کامیاب ہو گیا جس کا تصور اس
داد انکموت یہ کیا جس سے کافی تباہی پھیلی۔ یہ حال ڈاکٹر جوہر کا ایک
تجربہ جس میں ڈاکٹر جوہر مشغول تھے۔ اس کی اساتذہ سے کیا دل شایا
اسے سمجھ سکی نہ سکا۔

یہ حال اس کے اس ملک میں آنے کے بعد ہر طرف سے خطرناک
وہ ایسے سانحہ اتنی مقاصد لے کر آیا تھا۔ اس کا سب سے بڑا مقصد

حالانکہ اس یسارٹری کو تباہ کر دے۔ یہاں ہمارا ملک اچھا نہیں تھا
ہے۔ اور دوسرے وہ بعد ملکیت اور دیگر کامیابیوں کو بھی ہلاک کر آیا جاتا تھا
ہر گشت میں افراطی بھیجی جاتی تھیں۔ تیسرا وہ وزارت خارجہ کے ریکارڈز کے
ان تینہ صوبوں کی تفصیل اڑانا چاہتا تھا۔

اس کے بڑی کوبی سے ان مقاصد کو ہماری نظروں سے پرشود رکھا
ہر گشت میں ہمارے معاملوں میں بھٹا سے رکھا۔ اندھا دہرہ حال چاہیے
ہیں مگر اس نے میل جیورٹری پر ڈاکٹر جوہر کو گرفتار کر لیا اور مستور رہیں
اس کا مقصد یہ تھا کہ اس کو اس کی جگہ کی مررت پڑی
دکوانہ اتنیوں ملکوں سے زیادہ قریب جو اور جہاز اس سے تباہی نصیب
مگر وہیں کو کاٹا اور اسے پھر میں ہاکر کو غنی حاصل کرے میں کامیاب ہو گیا
ایسا جاتا تو جہاز بھی یہ کو غنی حاصل کر سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا کیونکہ
اس کی ملک ہمارے کانوں میں نہیں پڑنے دینا چاہتا تھا

لیکن اسحاق سے تیز رہا ہی ملک کے ٹکرا گیا۔ اندھرتویر کی دلالت سے
پھر بھی ملک سے ماسے حالات کا علم ہوا۔

اس کے بعد ایک اور پکڑ پکڑ اور تقریباً ساری سیکرٹ سروس اس کے
تھکے میں مل گئی۔ وہاں جو کچھ ہوا وہ آپ لوگ دیکھ چکے ہیں۔ ان میں خاص
کر ڈی کی پیش تشکیل قابل تفسیر ہیں جنہوں نے سپریشن جگہ میں ایجنڈا

سے کام لیا۔ اور اپنے مخصوص نکلن کے ذریعے عمران اور صفدہ کی
 رسیاں کاٹ دیں۔ عمران تو بہر حال عمران ہی تھا۔ اس نے جو بھی کیا اس سے
 اس کی توقع کی باقی تھی۔ بعد میں عمران پہلی کاپڑ کے نیچے جس طرح موت اور
 زندہ گی کی کش مکش میں رہا۔ اس کی تفصیل آپ عمران سے سن لیں۔
 بہر حال میں اتنا کہتا ہوں کہ عمران نے اپنی جان کی بڑی لگادی اور یہ
 بھادی خوش قسمت ہے کہ ہم اسے زندہ دیکھ رہے ہیں۔

پہلی کاپڑ سپاڑی پر جا اترا اور میں کیپشن تکمیل کے ساتھ اپنے انداز
 سے دامن پہنچا۔ ایک خوفناک لڑائی کے بعد ہم شوگی پانا کر اور اسی کے دو
 ساتھیوں کو قابو کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اور اس طرح ایک خوفناک گیس
 اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

میں سیکرٹ سروس کے سب انگان سے چند خوش حال جنتوں سے
 اپنی جان کی باری لگا کر یہ کیس حل کیا۔ ایک بار چیر میں منہ کیپشن تکمیل
 جو لیا تو خیر اور مسلمان کو باری باری مبارکباد دیتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ
 آئندہ بھی آپ اسی طرح ملک و قوم کی خدمت میں جانوں کی باری لگانے میں
 رہیں گے۔

اب اگر کوئی بات پر مبنی ہو تو آپ جانتا ہوں کہہ سکتے ہیں۔
 مزید وہی کون تھے جنہیں آپ گورنر کے اہلکار نے سنے۔

شہر نے سوال کیا۔

ان کے متعلق تو مجھے آپ کو بتانا یاد نہیں رہا۔ وہ سارے
 ملک کے سفارت خانے کے آگے تھے۔ جو اس طرحی دھند کا کاروبار
 کیا کرتے تھے۔ شوگی پانا کا خیالی تھا کہ وہ اس بار سے
 اپنے گھر پرانی مقاصد میں کامیاب ہو کر فرار ہو گا لیکن اس کا یہ تمام
 کام ان کی فرسٹ ٹیم کی وجہ سے نذرِ تعمیر ہو گیا۔ اور انہی آلہ
 ایکسپلوزیو کے آگے اپنی زندگی اور جیو جانے ایک فوجی ساتھی لیتے ہوئے
 شہر کا ہنر دکھایا۔

اب سب عمران کو سمجھا کر کے گئے کہ وہ پہلی کاپڑ والے واقعہ تفصیل سے
 جانے۔

اور سب وہ تو کچھ بھی نہیں۔ صرف ایک نظم کی شوگل مٹی میں مار ڈالت
 ایک ہیرو کا کردار ادا کر رہے تھے۔

عمران نے معاملہ ختم کر دیا اور جانے کے سے اٹھ کھڑا ہوا۔
 سلیپ پر جس کچھ تو بتایا۔

جیو جانے عمران کو سب دکھایا۔

پھر کبھی کسی اب میں مبارک سلیمان کی بیٹی تھیں جن کے مجھے سے
 بہت سی باتیں تھیں کہ اگر میری جان بچانی۔

ادردہ عمران کے ساتھ بانٹنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔
عمران صاحب۔ اس بار آپ کے کیپٹن فیاض نظر نہیں آئے
صفدر نے پوچھا۔
جی رہا راج کرنے گیا ہوا ہے۔
عمران نے صفدر کو آنکھ مار دیتے ہوئے کہا اور صفدر بھگ گیا کہ فیاض
آجکل ملک سے باہر ہے۔

ختم شد